اِس شمارے میں

نورِ ہدایت	راہِ خدا میں مال خرچ کرنے پر اِنعام		۵
نظر وفکر	اِباحیت کی دعوت	محمد سلمان منصور پوری	۶
درسِ حدیث	اِظہارِ غم کیسے کیا جائے؟	مولانا اشہد رشیدی صاحب	۱۱
افاداتِ قرآنیہ	افادات سورۂ جمعہ	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ	۱۵
مقالات ومضامین	کامیاب اُستاذ کی صفات	مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب	۲۰
	شراب اور منشیات کے مضر اثرات	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی	۲۶
	دین داری کو ہر حال میں ترجیح دیجئے	مولانا مفتی محمد عفان منصور پوری	۳۲
	ماہِ رجب؛ شبِ معراج اور بدعات	مولانا مفتی ابوجندل قاسمی	۴۰
	موسم گرما اور پانی پلانے کی فضیلت	مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۴۸
	نابیناؤں کی خدمات؛ ماضی اور حال	مولانا محمد عثمان قاسمی	۵۲
کتاب المسائل	تعلیق طلاق کے مسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۵۹
خصوصی رپورٹ	''فتاویٰ قاسمیہ'' کا اجراء	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۶۳
جامعہ کے شب وروز	مہتمم جامعہ کے اسفار، واردین وصادرین، وفیات		۶۷

نورِ ہدایت:

راہِ خدا میں مال خرچ کرنے پر اِنعام

اِرشادِ ربانی: اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ. (البقرة: ۲۷٤)

ترجمہ: ’’جو لوگ رات اور دن میں چھپا کر اور لوگوں کے سامنے اپنے مالوں کو (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں، اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس اُن کا اجر وثواب ہے، اور نہ اُنہیں کوئی ڈر ہے اور نہ وہ (آخرت میں) غمگین ہوں گے‘‘۔

اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا ایک عظیم الشان عمل خیر ہے، جس کے ذریعہ سے اِنسان اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا مستحق بن جاتا ہے، اور دنیا وآخرت میں وہ اُس کی برکات وثمرات سے مستفید ہوتا ہے۔ چناں چہ قرآنِ کریم میں جا بجا ’’انفاق فی سبیل اللہ‘‘ کی ترغیب دی گئی ہے، اور وسعت کے باوجود خرچ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ نیز اَحادیثِ شریفہ میں بکثرت صدقہ خیرات کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً فرمایا گیا:

○ صدقہ کا ایک لقمہ بڑھا کر اللہ کے نزدیک احد پہاڑ سے بھی زیادہ کردیا جاتا ہے ○ صدقہ؛ اللہ کے غضب سے محفوظ رکھتا ہے ○ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے ○ صدقہ سے مال میں کمی نہیں ہوتی ○ صدقہ جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے ○ صدقہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں ○ میدانِ محشر میں آدمی اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا ○ صدقہ آفات وبلیات سے بچاتا ہے ○ صدقہ سے بد خلقی دور ہوتی ہے ○ صدقہ کرنے والے کو فرشتے برکت کی دعا دیتے ہیں، وغیرہ۔ (تلخیص از: الترغیب والترہیب)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’دو آدمی قابل رشک ہیں: (۱) جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا اور وہ اُس (کے پڑھنے پڑھانے) میں دن رات مشغول رہتا ہے۔ (۲) دوسرے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مالی فراوانی سے نوازا ہو اور وہ دن رات اُسے کارِ خیر میں خرچ کرتا ہے۔ (بخاری شریف/ باب اغتباط صاحب القرآن ۲/۷۵۱ حدیث: ۴۸۳۴، مسلم شریف/ باب فضل من یقوم بالقرآن ۱/۲۷۲)

بہر حال آیت بالا میں بشارت سنائی گئی کہ جو لوگ خوش دلی کے ساتھ دن رات اور صبح وشام خفیہ اور علانیہ طور پر صدقہ خیرات کریں گے تو اُنہیں بھرپور بدلے سے بھی نوازا جائے گا اور آخرت میں وہ سراپا رحمت اور راحت میں رہیں گے، نہ اُنہیں کسی کا ڈر ہوگا اور نہ کسی طرح کے ہموم وغموم سے دوچار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُنہی خوش نصیبوں میں شامل فرمائیں، آمین۔ □□□

نظر وفکر:

محمد سلمان منصور پوری
Mansoorpuri
@gmail.com

اِباحیت کی دعوت

وہ قومیں جن کے نزدیک دنیا کی زندگی اور یہاں کی لذات وخواہشات ہی سب کچھ ہیں، اُن کے نزدیک اِنسانی اَقدار کی کوئی اہمیت نہیں، اُنہیں تو بس اپنی لذت کوشی اور موج مستی سے مطلب ہوتا ہے۔ جس کا نظارہ آج مغربی ممالک میں جابجا دیکھا جاسکتا ہے، جہاں عورت کو ترقی اور مساوات کے نام پر انتہائی ذلت ناک اور کرب ناک زندگی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ قومیں یہ چاہتی ہیں کہ جس طرح اُنہوں نے مادر پدر آزاد معاشرہ کی تشکیل دی ہے، یہی معاشرت پوری دنیا میں پھیل جائے، اُن کی اِس خواہش کے سامنے آج دنیا کے تقریباً سبھی مذاہب اور تہذیبوں نے ہتھیار ڈال دئے ہیں، ایک صرف اور صرف مذہبِ اسلام ہے جو مغربیت کے بہتے ہوئے تعفن آمیز سیلاب کے سامنے ''سدِ سکندری'' بن کر کھڑا ہے، جس کی فطری تعلیمات اِنسانیت کی بقا کی ضمانت ہیں، جن کی چھاؤں میں پرسکون معاشرتی زندگی کا راز مضمر ہے۔ اِسی بنا پر مغرب کی طرف سے خواتین سے متعلق نظریات میں اسلام کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ خود غیر مسلم مغربی مفکرین کی کتابیں اِس بارے میں اِسلام پر لچر اور بے ہودہ اعتراضات سے بھری پڑی ہیں، وہیں مغربی ماحول میں پروان چڑھنے والے بہت سے اِسلامی نام رکھنے والے ''دانشوروں'' کی بھی کمی نہیں ہے، جو موقع بموقع اِسلامی معاشرتی وعائلی قوانین وضوابط پر بے جا تبصرے کرتے رہتے ہیں، اور اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کا کام انجام دیتے رہتے ہیں۔

اِسی سلسلہ کی ایک کڑی گذشتہ ٦؍ مارچ ۲۰۱٦ء کو کیرالہ کے ایک مسلمان جج کی طرف سے مسلم پرسنل لاء پر کیا گیا رکیک تبصرہ ہے، جس میں مسلمانوں کی تنزلی کا سبب مسلم پرسنل لاء کو قرار دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی علماء ومفتیان پر یہ بہتان تراشی بھی کی ہے کہ اُنہوں نے قرآنِ کریم سے ہٹ کر خود اپنے انداز میں شریعت گھڑ رکھی ہے۔ مذکورہ جج کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب تک مسلم قوم اِن ''فرسودہ روایات'' کو ترک نہیں کرے گی، اُس وقت تک اُسے ترقی نصیب نہ ہوگی۔ جج نے خاص طور پر یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ جب مرد چار شادیاں کرسکتے ہیں تو پھر عورتیں کیوں نہیں کرسکتیں؟ وغیرہ۔

اِس خبر کو قومی پریس نے بہت اہتمام سے صفحہ اول پر رنگ آمیزی کے ساتھ شائع کیا، اور یہ تصور دینے کی کوشش کی کہ گویا خود مسلمانوں میں اِسلامی اَحکام سے بغاوت کا آغاز ہوچکا ہے، حالاں کہ مذکورہ

جج کا درج بالا پورا تبصرہ سراسر جہالت یا شرارت پر مبنی تھا؛ اِس لئے کہ جو شخص بھی اِنصاف کے ساتھ اِسلامی قوانین پر نظر ڈالے گا، وہ اِس نتیجہ تک ضرور پہنچے گا کہ اِنسانی معاشرہ (مردوں اور عورتوں دونوں) کے لئے اِسلامی قوانین سے بہتر زندگی گذارنے کا اور کوئی طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بالخصوص ایک شوہر کے نکاح میں رہتے ہوئے عورت کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرنے کو جو شریعت میں قطعاً حرام قرار دیا گیا ہے، وہ بڑی حکمت و مصلحت پر مبنی ہے؛ کیوں کہ:

(۱) اگر اِس کی اجازت دی جائے گی، تو اس عورت سے پیدا ہونے والے بچوں کے نسب میں اشتباہ ہوجائے گا اور یہ پتہ چلانا مشکل ہوگا کہ اس بچہ کا اصل باپ کون ہے؟ جب کہ نسب کا تحفظ انسانیت کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اگر ایک عورت کا تعلق بیک وقت کئی مردوں سے ہوگا تو اس سے متعلق مردوں کا آپس میں نزاع لازم ہے؛ کیوں کہ ہر مرد یہ چاہے گا کہ جب بھی وہ چاہے اس عورت سے انتفاع کرے، مگر دیگر افراد کے تعلق کی وجہ سے ہر وقت یہ ممکن نہ ہوسکے گا، جس کی بنا پر جھگڑے اور جنگ وجدال کی نوبت ضرور پیش آئے گی، اور یہ تو نکاح کی بات ہے، بلا نکاح بھی اگر کسی عورت کا کئی مردوں سے ناجائز تعلق ہوتا ہے تو وہ بھی سخت فتنہ کا سبب بنتا ہے، جس کے واقعات آئے دن دنیا میں پیش آتے رہتے ہیں؛ لہٰذا اسلام جیسا مہذب مذہب اس جھگڑے کی جڑ کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۷۳/۷)

(۴) علاوہ ازیں ہر شریف معاشرہ میں ایک عورت کا متعدد مردوں سے بیک وقت تعلق بہت بڑا عیب جانا جاتا ہے، جس کے ثبوت کے لئے الگ سے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، تو جو عمل تمام انسانیت کی نظر میں متفقہ طور پر باعث عیب ہو وہ اسلام میں جائز کیسے ہوسکتا ہے؟

اور یہ بات علماء کی خود ساختہ نہیں ہے، جیسا کہ مذکورہ جج صاحب نے باور کرانے کی کوشش کی ہے؛ بلکہ خود قرآنِ پاک کی صریح آیت سے اِس کا ثبوت ملتا ہے؛ چناں چہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۴/ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ میں یہ صراحت ہے کہ جب تک عورت کسی مرد کے نکاح میں ہے، اُس سے دوسرے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے۔

اور اس کو مردوں کے متعدد شادی کرنے کے جواز پر قیاس نہ کیا جائے؛ کیوں کہ ایک مرد کے لئے کئی عورتوں کو منکوحہ بنانے میں نہ تو مذکورہ مشکلات ہیں، اور نہ ہی اُس کی وجہ سے بچوں کے نسب پر کوئی فرق پڑتا ہے؛ بلکہ اس

کی سب جائز بیویوں کی اولاد اس مرد کی حقیقی اولاد قرار پاتی ہے اوران کی سب ضروریات کا وہی مرد کفیل ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ مرد کو تعدد نکاح کی اجازت ضرورۃً دی گئی ہے؛ کیوں کہ مردوں میں اسبابِ شہوت ظاہراً پائے جاتے ہیں، جب کہ عورتوں میں مردوں کے مقابلہ میں شہوتوں کا ابھار کم ہوتا ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں، مثلاً عورتوں میں فطرۃً حیا کا غلبہ ہوتا ہے۔ نیز ان کے جنسی اعضاء مستور رکھے گئے ہیں، اور ہر مہینہ میں ماہواری کے ایام اور ایام حمل اور ایام رضاعت میں قدرتی طور پر جنسی ہیجان ان میں کم ہوتا ہے؛ لہٰذا مردوں میں تعددِ نکاح کی اجازت کے جو اسباب ہیں وہ عورتوں میں متحقق ہی نہیں، اس لئے ان کے واسطے اس کی اجازت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اِس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ منکوحہ عورت کو دوسری شادی کی اجازت نہ دینا کوئی ناانصافی یا ظلم کی بات نہیں؛ بلکہ یہی عورت کے لئے عزت اور عافیت کا راستہ ہے۔ ان حقیقی باتوں کو نظر انداز کر کے اسلام کی فطری تعلیمات پر اعتراض کرنا خود اپنی عقل پر ماتم کرنے کے مرادف ہے۔

مسئلہ تعددِ ازدواج

دین بیزاروں کی طرف سے مردوں کے لئے تعددِ ازدواج کے اِسلامی حکم پر سب سے زیادہ اعتراضات کئے جاتے ہیں، حالاں کہ اسلام ”دینِ فطرت“ ہے، خلّاقِ دو جہاں، رب العالمین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انسان کی فطری ضروریات اور تقاضے کیا ہیں؟ اور ان کو پورا کرنے کے لئے کون سی تدبیریں مؤثر اور مفید ہوسکتی ہیں؟ اس کے برخلاف چوں کہ عام انسانوں کی عقلیں محدود علم کی حامل ہیں، اسی لئے انہیں بسا اوقات شریعت اسلامیہ کے بعض احکامات پر طرح طرح کے اشکالات پیش آتے ہیں، انہی احکامات میں ایک حکم مرد کے لئے بیک وقت متعدد نکاح کی اجازت کا بھی ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ وہ مردار خور مغربی اقوام جو اوپر سے نیچے تک بدکاریوں اور شہوت رانیوں میں مبتلا ہیں، اور جن کی نظر میں مرد کا بیک وقت کئی عورتوں سے ناجائز تعلق قطعاً معیوب نہیں ہے، وہی قومیں اسلام کے تعددِ ازدواج کے قانون پر سب سے زیادہ انگلیاں اٹھاتی ہیں، تو اس سے بڑی بے عقلی کیا ہوگی کہ ناجائز تعلقات کو تو بے تکلف گوارا کیا جائے اور جائز اور قانونی تعلق جو اپنے ساتھ پوری ذمہ داریوں کو بھی ثابت کرتا ہے اسے ناگوار سمجھا جائے؟

بات دراصل یہ ہے کہ مغربی قومیں صنفِ نازک کو محض اپنی جنسی تسکین کا ذریعہ سمجھتی ہیں، انہیں عورت کی فلاح و بہبود سے کوئی دلچسپی نہیں، ان کا نظریہ صرف اور صرف یہ ہے کہ: ”یوز اینڈ تھرو“ یعنی

استعمال کرو اور پھینک دو، جب کہ اسلام صنفِ نازک کو مکمل تقدس عطا کرتا ہے کہ اگر کسی عورت سے جسمانی تعلق حلال ہو تو اس کی اور اس کی اولاد کی تمام ذمہ داریاں مرد کو اٹھانی ہوں گی، اس کی رہائش اور نان نفقہ کا ذمہ دار بھی مرد ہوگا، یہ نہیں کہ ''ٹشو پیپر'' کی طرح استعمال کر کے اسے ردی میں پھینک دیا جائے؛ بلکہ اس کا مکمل تحفظ کرنا ہوگا، اور اس کی سب ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔

اس اسلامی نظریہ کو سامنے رکھ کر تعددِ ازدواج کے حکم پر نظر ڈالنا ضروری ہے، اسلام نے- یہ دیکھتے ہوئے کہ بعض مردوں کی جنسی تسکین ایک عورت سے مکمل حاصل نہیں ہوتی، یا بعض ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ آدمی کے لئے کسی دوسری عورت کو قانونی بیوی بنائے بغیر چارۂ کار نہیں ہوتا، یا بعض مرتبہ خود عورتوں کی خیر خواہی اس میں مضمر ہوتی ہے کہ انہیں کسی مرد کا شریکِ حیات بنایا جائے، اگرچہ وہ مرد پہلے سے شادی شدہ ہو- تعددِ نکاح کی اجازت دی ہے۔

تعددِ نکاح کی بعض حکمتیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے درج ذیل وجوہِ تعددِ ازدواج شمار کرائی ہیں:

(۱) تقویٰ:- یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ متعدد بیویوں والا شخص دیگر لوگوں کے مقابلہ میں تقویٰ اور غض بصر پر زیادہ قابو پاسکتا ہے۔

(۲) حفظ القویٰ:- یعنی عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کی قوتیں دیر تک محفوظ رہتی ہیں، جب کہ عورتوں پر بڑھاپے کے آثار جلدی ظاہر ہوجاتے ہیں، اس اعتبار سے بعض حالات میں مرد کے لئے دوسری عورت سے نکاح ایسے ہی ضروری ہوتا ہے جیسے پہلا نکاح ضروری تھا۔

(۳) زوجین میں عدم توافق:- بسا اوقات ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مرد کا عورت سے دل نہیں ملتا؛ لیکن صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے طلاق کا بھی موقع نہیں رہتا، ایسی صورت میں نکاحِ ثانی کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔

(۴) بانجھ پن:- اگر پہلی بیوی قوتِ تولید سے محروم ہو تو اسے طلاق دے کر الگ کرنے کے بجائے بہتر راستہ یہی ہے کہ نکاحِ ثانی کر کے دونوں کے حقوق ادا کئے جائیں، اور بفضل خداوندی اولاد کی نعمت بھی حاصل کی جائے۔

(۵) کثرتِ بنات:- بعض خاندانوں میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، ایسی شکل میں ان عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اسی وقت ممکن ہوسکے گی جب کہ تعددِ ازدواج کی اجازت دی

جائے، ورنہ بہت سی عورتیں بے نکاحی رہ کر گھٹ گھٹ کر زندگی گذار دیں گی۔

(۶) سیاسی مصالح اور ضروریات:- بعض حالات میں بالخصوص حکام اور امراء کے لئے تعددِ نکاح کی ضرورت ایک سیاسی مصلحت بن جاتی ہے، اس طرح کے واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔

(۷) کثرتِ زنا سے اجتناب:- جب بھی نکاح کی اجازت ہوگی تو بدکاری کا دروازہ بند ہوگا اور جہاں نکاح ممنوع یا مشکل ہوگا وہاں بدکاری کے دروازے کھلیں گے، چناں چہ جن ممالک میں تعددِ ازدواج ممنوع ہے وہاں بدکاریاں بالکل عام ہیں، وغیرہ۔ (تلخیص: المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ ۱۹۴-۲۰۳، نیز دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ للدکتور وہبہ الزحیلی ۷/۱۷۳-۶۷ طبع دیوبند)

ان جیسی وجوہات کی بنا پر اسلام نے بجاطور پر یہ اجازت دی ہے کہ کوئی مرد ایک سے چار عورتوں تک بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ (سورۂ نساء ۳)

متعدد بیویوں میں برابری ضروری ہے

لیکن یہ اجازت مطلق نہیں ہے؛ بلکہ عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، چناں چہ ارشادِ خداوندی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ لَّا تَعُوْلُوْا. (النساء: ۳)

پھر اگر ڈرو کہ ان بیویوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا باندی جو تمہارا ذاتی مال ہے اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اسلام نے مصالح کے تحت مرد کو چار تک نکاح کی اجازت تو ضرور دی ہے؛ لیکن ساتھ میں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ظاہری طور پر سب بیویوں کے ساتھ برابر معاملہ کیا جائے، یعنی رات گذارنے میں، لباس میں اور کھانے پینے اور رہائش کے انتظام میں ہر بیوی کے ساتھ یکساں معاملہ ہو، کسی کے ساتھ کمی بیشی نہ ہو۔ (درمختار مع الشامی ۴/۳۷۸)

خلاصہ یہ کہ اِسلام میں اِنسان کی فطری ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے اور مردوں اور عورتوں کو اُن کی صلاحیت، ضرورت اور تقاضوں کے اعتبار سے الگ الگ اَحکامات دئے ہیں، ان پر اعتراض کرنا دراصل خود اپنی عقل پر ماتم کرنے کے مرادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم سے نوازیں، اور ہر طرح کی کج روی سے محفوظ رکھیں، آمین۔

درسِ حدیث:

اِظہارِ غم کیسے کیا جائے؟

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَرْسَلَتْ اِبْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ أَنَّ اِبْنًا لِي قُبِضَ فَأْتِنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَىٰ، وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ، فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمَعَاذُ ابْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ، فَرُفِعَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا؟! فَقَالَ: هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ، فَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ.

(متفق علیه، مشکوۃ شریف: ۱۵۰)

حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی صاحب زادی (حضرت زینبؓ) نے آپ کے پاس یہ خبر بھیجی کہ میرا بچہ قریب المرگ ہے، آپ آجایئے! نبی کریم علیہ السلام نے اُن کو سلام کہلا بھیجا اور فرمایا کہ بے شک اللہ رب العزت کو اختیار ہے وہ جو چاہے لے لے اور جو چاہے دیدے، اور اس کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے، تم صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو، صاحبزادی نے دوبارہ قسم دے کر آدمی بھیجا کہ آپ فوراً ان کے پاس تشریف لے آئیں، آپ کھڑے ہوگئے، آپ کے ساتھ چند صحابۂ کرامؓ بھی (حضرت زینبؓ کے گھر پہنچے) بچے کو اُٹھا کر آپ کے ہاتھوں میں دے دیا گیا، وہ آخری سانسیں لے رہا تھا، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی یہ کیا ہے؟ (آنسو کیوں نکل رہے ہیں) آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ رحمت ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے، بے شک اللہ رب العزت اپنے رحیم وشفیق بندوں پر رحم وکرم فرماتا ہے۔

تشریح : انسانی زندگی خوشی اور غم، عافیت اور مصیبت، امن اور خوف، تندرستی اور بیماری کے ارد گرد گھومتی ہے، کسی کو نہ ہمیشہ خوشی ہی میسر آتی ہے اور نہ ہی ہمیشہ غم واندوہ میں مبتلا رہتا ہے؛ بلکہ دوران زندگی انسان مختلف ادوار سے گزرتا رہتا ہے، کبھی سکون تو کبھی پریشانی، کبھی کامیابی تو کبھی ناکامی، کبھی مسرت وشادمانی تو کبھی دکھ ودرد وغیرہ سے مقابلہ کرتی انسانی زندگی بالآخر ایک دن اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے، نبی کریم علیہ السلام نے زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر امت کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑا ہے؛ بلکہ ہر موقع پر دستگیری فرمائی ہے، اور نجات کی راہ دکھا کر اس پر چلنے کی ہدایت دی ہے، مذکورہ بالا روایت میں غم واندوہ سے دوچار ہونے والے شخص کے لئے رہنما اصول ذکر کئے گئے ہیں، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل وکردار سے امت کی رہنمائی فرمائی ہے، ذیل میں اوپر ذکر کی گئی حدیث شریف کی مختصر سی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

واقعہ: حدیث شریف میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ کا عمل جاری تھا کہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا قاصد یہ خبر لے کر آیا کہ ان کا نومولود بیٹا زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے؛ اس لئے وہ آپ کو بلا رہی ہیں، آپ نے مشغولیت یا کسی اور حکمت کی وجہ سے فی الفور بیٹی کے پاس جانے کے بجائے جواب میں چند نہایت قیمتی نصیحتیں کہلا بھیجیں، اور قاصد سے فرمایا کہ جاؤ زینب سے میرا سلام کہنا اور میری طرف سے یہ باتیں ان تک پہنچا دینا کہ اللہ رب العزت ہمارا خالق و مالک ہے اس کو اس بات کا مکمل اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جو چاہے دے اور ان سے اپنی دی ہوئی نعمتوں میں سے جو چاہے لے لے، گویا ہمارے پاس مال ودولت، آل واولاد اور حکومت واقتدار میں سے جو کچھ بھی ہے اور جتنا بھی وہ سب کا سب رب ذوالجلال ہی کا دیا ہوا ہے، وہ ہماری ہر چیز ہی کا مالک نہیں ہے؛ بلکہ وہ ہمارا اور ہماری جانوں کا بھی مالک ہے، انسان جب ماں کے پیٹ سے دنیا میں آتا ہے تو خالی ہاتھ ہوتا ہے، اسی طرح جب وہ دنیا سے جاتا ہے؛ تو خالی ہاتھ ہوتا ہے، اور زندگی میں جن چیزوں اور افراد کو اپنا کہتا اور سمجھتا ہے، موت کے وقت ان میں سے کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دیتا اور مرنے کے بعد ان میں سے کوئی بھی چیز اس کے کام نہیں آتی؛ اس لئے جانے والوں کے غم میں گھلنے کے بجائے ہر انسان کو اپنی فکر کرنی چاہئے۔

دوسری نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی یاد رکھو اللہ کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے؛ جس کے آنے پر نہ کسی کو مہلت دی جائیگی اور نہ کسی کو چھوڑا جائے گا، اگر بچہ کا وقت مقرر آ گیا ہے؛ تو اس کو جانے سے کوئی بچا نہیں سکے گا، گویا آپ علیہ السلام اپنی صاحبزادی کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں

کہ میں اگر چہ سیدالاولین والآخرین ہوں، سیدالانبیاء والمرسلین میرا لقب ہے؛ مگراس کے باوجود خدائی معاملات اوراس کے فیصلوں میں میرا کوئی دخل نہیں ہے، وہ احکم الحاکمین ہے اس کی خدائی اور بادشاہت میں کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے، اس لئے اگر بچہ کا وقت موعود آگیا ہے تو قضا وقدر کے فیصلہ پر راضی رہنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

تیسری نصیحت کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے صاحبزادی سے فرمایا کہ اے بیٹی صبر وضبط سے کام لو، ایک مؤمن کی شان ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ رب ذوالجلال کے فیصلہ کو بخوشی قبول کرتا ہے اور ہرگز بے صبری کا اظہار نہیں کرتا ہے، اور ثواب کی امید رکھو اور دل ودماغ میں اس بات کا یقین بٹھالو کہ اللہ رب العزت مصائب پر اجر وثواب عطا فرماتا ہے، اگر تم نے صبر سے کام لیا تو خداوند قدوس تم کو اپنی شایانِ شان اجر عظیم سے مالا مال کریگا، گویا جو لوگ بے صبری کا اظہار کرتے ہیں، چیخ وپکار کرتے ہیں، شکوہ شکایت زبان پر لے آتے ہیں، وہ لوگ جہاں ایک طرف گئی ہوئی چیز کو واپس لانے میں ناکام رہتے ہیں، وہیں دوسری طرف اجر وثواب سے بھی محروم قرار دئے جاتے ہیں؛ بلکہ اس سے بڑھ کے انکے نامۂ اعمال میں گناہ درج کیا جائے گا۔

نبی کریم علیہ السلام کی نصیحت آمیز پیغام کو سنکر صاحبزادی مکرمہ کو بہت کچھ ڈھارس ہوئی؛ مگر اس مصیبت کے وقت وہ مشفق اور عظیم والد کو اپنے پاس دیکھنا چاہتی تھیں؛ تاکہ آپ کے بابرکت وجود سے تسلی حاصل کرسکیں، اور دل ودماغ کو سکون وقرار آسکے؛ اس لئے بہت زیادہ تڑپ کے ساتھ دوبارہ والد محترم سیدالانبیاء والمرسلین کی خدمت میں غلام کو بھیجتی ہیں اور کہلواتی ہیں کہ زینب آپ کو بلاتی ہے اور قسم دیتی ہے کہ آپ ضرور اس کے پاس آجایئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کے دکھ درد کو محسوس کیا اور فوراً مجلس سے کھڑے ہوگئے، آپ کے ساتھ صحابۂ کرام کی ایک جماعت بھی کھڑی ہوگئی، اور تمام لوگ نبی کریم علیہ السلام کی معیت میں حضرت زینبؓ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے، اس وقت نواسۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری سانسیں چل رہی تھیں، بچے کو اٹھا کر آپ کی گود میں دیدیا گیا، اس نے آخری سانس اپنے نانا امام الانبیاء سیدالجن والبشر کی گود میں لیا اور روح قفص عنصری سے پرواز کرگئی، بشری اور انسانی تقاضے کے عین مطابق آپ کے دل پر بچے کی وفات کا اثر ہوا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، دوسروں کو تسلی دینے والا خود آبدیدہ ہوگیا، صبر وضبط کا پہاڑ خود اشک بار ہوگیا، نہایت مضبوطی اور استقامت کے ساتھ خدائی فیصلے پر راضی رہنے والی شخصیت کی آنکھیں خود چھلک گئیں، صحابۂ کرام حیران وششدر ہیں کہ یہ کیا ماجرا ہے، نبی کریم علیہ السلام کی زندگی کا یہ پہلو آج امت کے سامنے ہے، ہر ایک مختلف طرح کے خیالات اور

تصورات میں گھرا جارہا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کرپا رہا ہے کہ آخر نبی کریم علیہ السلام کے اس عمل کی کیا توجیہ کی جائے، اتنے میں موجود لوگوں میں سے حضرت سعد بن عبادہؓ سوال کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: **مَا هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!** اے اللہ کے نبی یہ کیا ہے، آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو کیوں نکل رہے ہیں، یہ عام انسانوں کی طرح آپ کیوں رو رہے ہیں، نبی کریم علیہ السلام نے رہتی دنیا تک آنے والے امت کے تمام افراد کو غم واندوہ کے مواقع پر اسلامی ہدایت اور شرعی حدود سے آگاہ کرتے ہوئے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: **هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ**: اے سعد یہ آنسو رحمت وشفقت کی علامت اور نشانی ہیں، گویا آنسو کا نکلنا صبر کے خلاف نہیں ہے، آنکھوں کا اشکبار ہونا قضاء وقدر کے فیصلے کو ماننے سے انکار کرنا نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو اس بات کی نشانی ہے کہ انسان کے سینے میں ایک دردمند دل ہے جو رحم وکرم، شفقت ومحبت اور الفت وپیار سے لبریز ہے، اس میں قساوت اور سختی نہیں ہے وہ درد اور غم سے ناآشنا نہیں ہے، وہ احساس سے محروم نہیں ہے، ایسا دل ہر ایک کو نہیں عطا کیا جاتا؛ بلکہ انہی رحیم وشفیق بندگان خدا کو اس طرح کا دل دیا جاتا ہے جن پر اللہ رب العزت رحم وکرم کی بارش برسانا چاہتا ہے۔

اظہار غم کا اسلامی طریقہ: آنکھوں سے آنسو کا جاری ہونا اور غم ومصیبت کے وقت دل کا غمگین ہو جانا ممنوع اور ناپسندیدہ نہیں ہے؛ بلکہ دل کے نرم اور رحم کے جذبات سے بھرپور ہونے کی نشانی ہے، ممنوع زبان کا غلط استعمال ہے جس سے بچنے کی آپ جگہ جگہ تلقین فرماتے ہیں؛ چنانچہ ایک روایت میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا، وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهٖ أَوْ يَرْحَمُ، وَإِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهٖ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ، مشکوۃ: ۱۵۰)

بے شک اللہ رب العزت آنکھوں میں آنے والے آنسو اور دل کے غمگین ہونے کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا؛ لیکن وہ اس کی یعنی زبان کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم کرے گا، اور مرنے والے کو اس پر بین کرنے والوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

معلوم یہ ہوا کہ غم کے مواقع پر زبان کو قابو میں رکھنا اور بین کرنے، چیخنے چلانے سے ہر قیمت پر پرہیز کرنا چاہئے؛ ورنہ جہاں اجر وثواب ضائع ہوجائے گا وہیں نامۂ اعمال میں بے صبری کا گناہ بھی درج کردیا جائے گا اور مرنے والے کو بھی روحانی کلفتوں سے دوچار ہونا پڑے گا اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی نبی ﷺ کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین) **وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ**۔

اِفاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ جمعہ

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہٗ
ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نبیوں والے کام

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ: (اللہ کی ذات وہ ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں اُنہی کی قوم میں یعنی عرب میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، اور اُن کو عقائد باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے پاک کرتے ہیں، اور اُن کو کتاب اور دانش مندی کی باتیں جس میں سب علوم ضروریہ دینیہ آ گئے، سکھلاتے ہیں) (بیان القرآن)

اِس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تین مقاصد بیان کئے گئے ہیں:

ایک تلاوت آیاتِ قرآن، یعنی قرآن پڑھ کر اُمت کو سنانا۔

دوسرے اُمت کا تزکیہ کرنا، یعنی اُن کو ظاہری وباطنی عیوب اور تمام قسم کے رذائل سے پاک کرنا (اخلاق وعادات کی پاکیزگی بھی اس میں شامل ہے) اسی کو اِصلاحِ باطن اور تزکیہ وتصوف بھی کہتے ہیں۔

تیسرے تعلیم کتاب وحکمت، کتاب سے مراد قرآنِ پاک اور حکمت سے مراد آپ کی ہدایات وتعلیمات پوری شریعت اور پورا دین آ گیا، یہ ہے کارِ نبوت اور یہ ہیں نبیوں والے کام۔ خلاصہ یہ کہ نبی کا کام ہے کتاب سکھانا، حکمت (سنت) سکھانا اور تزکیہ کرنا۔

تزکیۂ نفس کی اہمیت

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ:

تعلیم اور تلاوت کا اثر اُسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ تزکیۂ نفس بھی ہو، اسی لئے انبیاء علیہم السلام تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے ساتھ لوگوں کے نفوس کا تزکیہ بھی فرماتے تھے؛ کیوں کہ اس کے بغیر تلاوت

اور تعلیم کا اثر ہو ہی نہیں سکتا۔ لاکھ تعلیم و تلاوت ہو؛ لیکن تزکیۂ نفس نہ ہو تو اس تعلیم سے فائدہ نہ پہنچے گا، جیسے آج کل ہوتا ہے کہ علم ہے، تعلیم ہے، تعلم ہے؛ لیکن تزکیہ نہیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جیسی بری عادتیں پہلے تھیں، تعلیم و تعلم اور پڑھ لکھ لینے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں۔ کھیل کود، سیر و تفریح، فضول مشغلے، لایعنی میں اشتغال، غیبت، چغلی، چوری، خیانت کی بری عادتیں اور بری حرکتیں جیسے پہلے پائی جاتی تھیں، اب بھی پائی جاتی ہیں؛ کیوں کہ علم تو ہے؛ لیکن تزکیہ نہیں ہے، تلاوت اور تعلیم کے ساتھ تزکیۂ نفس بھی ہو، تب جا کر تعلیم و تلاوت کا اثر ہوگا، اور اصل مقصود تو تزکیہ ہی ہے؛ کیوں کہ کامیابی اسی سے ملتی ہے۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ (بے شک کامیاب وہی لوگ ہیں جو اپنے نفس کا تزکیہ کر لیتے ہیں) تعلیم و تلاوت تو تزکیہ کا ذریعہ ہیں، اسی وجہ سے ہمارے تمام اکابر اور مشائخ نے تعلیم کے ساتھ اپنے وقت کے اکابر و مشائخ سے اصلاحی تعلق قائم کر کے اُن سے اپنے نفس کا تزکیہ کرایا، یہ بہت ضروری ہے، اس کے بغیر کچھ ہوتا ہوا تا نہیں، آدمی قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے، اور اس کے بغیر آدمی بہت جلد شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

بے عمل عالم کی مثال، محض کتابوں کے پڑھ لینے سے کچھ نہیں ہوگا

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا: (اُن کی حالت اُس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے، مگر اُن کتابوں کے نفع سے محروم ہے)

جیسے گدھے کے اوپر تفسیر اور حدیث کی بڑی بڑی کتابیں (ابن کثیر، قرطبی، بخاری و مسلم وغیرہ) لاد دینے سے اُسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، کتابوں کے لادنے کے بعد بھی وہ گدھا گدھا ہی رہے گا، یہی مثال بے عمل عالم کی ہے، محض کتابوں کے پڑھ لینے اور الفاظ کورٹ لینے سے کچھ نہیں ہوتا، جب تک کہ اُس کے اندر عمل اور تزکیۂ نفس نہ ہو۔ اس کی مثال تو گدھے جیسی ہے، جیسے گدھے کو کتابوں کے لادنے سے کچھ نفع نہیں ہوتا، اِسی طرح بے عمل عالم کو محض اُس کے پڑھ لکھ لینے سے اس کے علم سے اُس کو نفع نہ ہوگا، جب تک کہ اپنی عملی زندگی درست نہ کر لے گا، جانوروں میں سب سے زیادہ بے وقوف گدھا ہی ہوتا ہے، اِسی لئے اُس کو گدھا کہتے ہیں، بے وقوف کو تشبیہ دینا ہو تو گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں، گدھا اتنا بے وقوف ہوتا ہے کہ معمولی سی رسی سے اگر اُس کو باندھ دیا جائے تو سمجھتا ہے کہ بس اَب تو میں بندھ گیا، مقید ہو گیا، اب نہیں

چھوٹ سکتا، حالاں کہ اگر ایک جھٹکا مارے تو رسی ٹوٹ کر الگ ہو جائے؛ لیکن اُس کی بے وقوفی کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو ہمیشہ کے لئے بندھ گیا، بے بس ہو گیا۔ بس اللہ تعالیٰ نے یہی مثال اُس عالم کی دی ہے جو بے عمل اور بدعمل ہو، جو اپنے علم سے نفع نہ اُٹھاتا ہو، علم پر عمل نہ کرتا ہو، اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرتا ہو، ایسا عالم گدھے کے مثل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو آدمی کو نفع نہ پہنچائے۔ "اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ"۔ اور بےعمل عالم کے لئے آپ نے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

نماز جمعہ کے بعد کسبِ معاش اور تجارت کرنے کی اَہمیت و برکت

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلاَةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ: (پھر جب جمعہ کی نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو اور خدا کی روزی تلاش کرو، یعنی اس وقت دنیا کے کاموں کے لئے چلنے پھرنے کی اجازت ہے) (بیان القرآن)

گذشتہ آیتوں میں جمعہ کی اذان کے بعد دنیا کے تمام کاموں، بیع وشراء اور تجارت وغیرہ سے منع کیا گیا تھا، اس آیت میں اس کی اجازت دی گئی کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسبِ معاش، کاروبار اور تجارت وغیرہ سب کر سکتے ہیں۔

بعض سلفِ صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ستر مرتبہ برکتیں نازل فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

تفسیر ابن کثیر میں نقل کیا ہے کہ حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَجَبْتُ دَعْوَتَکَ وَصَلَّيْتُ فَرِيْضَتَکَ وَانْتَشَرْتُ کَمَا أَمَرْتَنِيْ فَارْزُقْنِيْ مِنْ فَضْلِکَ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ.

یا اللہ میں نے تیرے حکم کی اِطاعت کی اور تیرا فرض ادا کیا، اور جیسا تو نے حکم دیا ہے نماز پڑھ کر میں باہر جاتا ہوں، تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

تاجروں کیلئے ضروری ہدایت؛ کاروبار کے ساتھ ذکر کا اہتمام

وَاذْکُرُوْا اللّٰهَ کَثِيْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ: مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر کسب

معاش تجارت وغیرہ میں لگو، مگر کفار کی طرح خدا سے غافل ہو کر نہ لگو، عین کاروبار اور خرید و فروخت اور مزدوری کے وقت بھی اللہ کی یاد جاری رکھو۔ یعنی رزق کی تلاش میں نکلو تو اللہ کی طرف سے غافل نہ ہو، اس کا ذکر کرتے رہو، اس سے ذکر قلبی بھی مراد ہوسکتا ہے اور ذکر لسانی بھی، ذکر قلبی مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ کاروبار اور معاملات کرتے وقت بھی تمہارا دل اللہ کی طرف متوجہ ہو، اللہ کے استحضار کے ساتھ معاملہ کو حاضر و ناظر تصور کرنے کے ساتھ معاملات کرو، اس کی طرف سے غفلت نہ ہو۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ اپنے مریدوں کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، راستہ میں بازار سے گذرے، ایک دوکان کے سامنے کھڑے ہو گئے، اور دیر تک اُس دوکان دار کو دیکھتے رہے، پھر تھوڑی دیر میں چل دئے، مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں؟ فرمایا نہیں چلو۔ بعض خدام نے دوکان پر کھڑے ہونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں اس دوکان دار کو دیکھ رہا تھا کہ یہ شخص دوکان میں بظاہر کتنا مشغول ہے، اس کو سامان دینا، اس سے پیسے لینا، حساب کرنا، سامان اُٹھانا رکھنا؛ لیکن اس اللہ کے بندہ کا قلب برابر اللہ کی طرف متوجہ ہے، سارے کام کرنے کے ساتھ ایک لمحہ بھی اللہ کی طرف سے غافل نہیں، ایسے بھی اللہ کے بندے گذرے ہیں، یہ تو ذکر قلبی والی بات تھی، اور اگر آیت میں ذکر سے ذکر لسانی مراد لیا جائے کہ تجارت کے ساتھ ذکر بھی کرتے رہو، تو مطلب یہ ہوگا کہ کام بھی کرتے جاؤ اور ساتھ ہی اللہ کا ذکر بھی کرتے جاؤ۔ آدمی جیسی عادت ڈال لے، دوکان میں خالی وقت بھی تو ملتا ہے، خالی وقت میں بھی ذکر کرے، ورنہ کاروبار کرنے کے ساتھ بھی ذکر یعنی کلمہ واستغفار پڑھا جاسکتا ہے، کوئی مشکل نہیں، کوئی ایسا کر کے تو دیکھے، پھر دیکھو اللہ کی طرف سے کیا ملتا ہے؟ کیسی برکت ہوتی ہے؟ کیسا دل کو سکون ملتا ہے؟ کر کے تو دیکھو، برکت ہوتی ہے یا نہیں۔ کوئی بھی کام کرو، ساتھ میں ذکر کرتے جاؤ، کیسے برکت نہ ہوگی؟

اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ رزق تلاش کرو، تجارت کرو؛ لیکن احکامِ شرعیہ کی رعایت کرنے کے ساتھ، یعنی کوئی کام شریعت اور مسئلہ کے خلاف نہ ہو، کاروبار میں بھی اللہ کی رضامندی کا خیال رکھو، اس میں پڑ کر اللہ کے احکام اور شریعت کی طرف سے غافل نہ ہو جانا، یہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔

خطبہ کی اہمیت اور صحابہ کی تربیت

وَاِذَا رَاَوْ تِجَارَۃً اَوْ لَهْوَ نِانْفَضُّوْآ اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا: شروع شروع میں جمعہ کی نماز کا خطبہ جمعہ کی نماز کے بعد ہوتا تھا، جیسا کہ عیدین میں اب بھی نماز کے بعد ہی ہوتا ہے، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے پہلے ہونے لگا۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہ قصہ اُسی زمانہ کا ہے جس زمانہ میں جمعہ کا خطبہ جمعہ کی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ عین اُسی وقت مسجد نبوی کے سامنے غلہ آ گیا، اور یہ زمانہ قحط کا زمانہ تھا، لوگ بھوکوں مر رہے تھے، قحط کی وجہ سے سخت پریشانی میں مبتلا تھے، غلہ آتے ہی مدینہ پاک میں شور مچ گیا کہ غلہ آیا غلہ آیا، یہ شور سن کر کچھ صحابہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں شریک تھے، خطبہ چھوڑ کر غلہ لینے کے لئے باہر آ گئے، اس خیال سے کہ نماز جمعہ تو اب پوری ہو ہی چکی ہے، صرف خطبہ باقی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر صحابہ کو تنبیہ فرمائی اور اسی موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

لہو کے مفہوم میں تعمیم

اللہ تعالیٰ نے اس کو لہو قرار دیا، یعنی خطبہ چھوڑ کر غلہ لینے کے لئے باہر آنے کو لہو سے تعبیر فرمایا، حالاں کہ ضرورت کے وقت غلہ حاصل کرنا خود ضروری کام ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ لہو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دے۔ یہاں اس تجارت نے صحابہ کو اللہ کے ذکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ سے غفلت میں ڈال دیا، اس لئے اس کو لہو قرار دیا، جیسے آج کل بہت سے دینی پروگرام اور تبلیغی اجتماعات ہوتے ہیں، لوگ وہاں دوکانیں بھی لگاتے ہیں، بازار بھی لگ جاتا ہے، اگر وہ کاروبار اور بازار اصل پروگرام اور تقریروں سے غافل کر دیں تو وہ بھی ان کے لئے لہو کا مصداق ہو جائیں گی۔

اللہ پر توکل

وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ: (اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے) رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، کوشش تو بندہ کرتا ہے، اسباب تو بندہ اختیار کرتا ہے؛ لیکن ملتا وہیں سے ہے، جب رزق ملتا وہیں سے ہے، تو پھر اس کو ناراض کر کے کیوں لے؟ اللہ پر بھروسہ کر کے، اس کے احکام کی اطاعت کر کے، اُس کو راضی کر کے، اُس کو خوش کر کے، اس کا ذکر کر کے حاصل کرے، رزق میں خوب برکت بھی ہوگی۔ ❑❑

کامیاب اُستاذ کی صفات

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

تعلیم وتدریس ایک مقدس ومعزز اور قابل احترام منصب ہے، جس کے لیے کچھ شرائط اور آداب ہیں، جن کا جاننا اور ان کی عملی مشق کرنا ایسا ہی ضروری ہے، جیسے کسی فن کو سیکھنے کے لیے اس کی عملی مشق ضروری ہوتی ہے۔ فنِ تدریس کے لیے ذوق، فطری صلاحیت اور اس منصب کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے توجہ، محنت اور مشقت کی ضرورت ہے، تاکہ اسے سیکھنے والا ایک معلم کامل بن کر نکلے اور اس میں ایک کامیاب استاذ کی صفات اور خصائص موجود ہوں۔ جس سے اس کے تجربہ میں مزید اضافہ ہوتا رہے۔ نیز جب وہ تدریس کے میدان میں قدم رکھے تو طلباء اس سے مستفید ہوں۔ اور وہ خود بھی علمی اور روحانی لذت محسوس کرسکے۔ تعلیم وتدریس ایک مقدس منصب ہے جو سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت اور فرائض نبوت میں سے ایک فریضہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ. (آل عمران: ١٦٤)

اللہ نے احسان فرمایا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں سے پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی باتیں اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: **اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتاً، وَلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُيَسِّراً.** (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان تخییر المرأة لایکون طلاقاً)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے معلم بنا کر بھیجا، آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی اس میں علم اور تعلیم ہی کا ذکر تھا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ. (علق: ۱-۵) اے پیغمبر آپ اپنے اس رب کا نام لے کر قرآن پڑھئے! جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے، آپ قرآن پڑھئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، اس نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام صفاتِ عالیہ موجود تھیں جو ایک معلم کامل میں مطلوب ہیں، آپ کمالِ علم، خلق عظیم، اُسوۂ حسنہ اور کمالِ شفقت اور رحمت جیسی صفات کے ساتھ موصوف تھے۔

اسی بنا پر جو عالم دین، قرآنِ کریم یا کسی شرعی علم کی تدریس کا کام سرانجام دے رہا ہے، وہ اِس صفت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کررہا ہے، لہٰذا اسے یہ جاننا چاہیے کہ وہ ایک سعادت مند انسان ہے اور اسے یہ سعادت مندی مبارک ہو۔ ان شرعی علوم میں سے ایک علم عربی لغت بھی ہے جو قرآنِ کریم کی زبان، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور شریعت اِسلامیہ کی زبان ہے۔ چوں کہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ استاذ کے اثرات شاگردوں پر پڑتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے لیے معلم اور مربی بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: ﴿**وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ.**﴾ (النساء: ۱۱۳)

مزید فرمایا: ﴿**وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ**﴾ (القلم: ٤)

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعلیٰ اور کامل معلم تھے، ایسا باکمال معلم نہ آپ سے پہلے کسی نے دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات میں کمالِ علم، عظیم حکمت، اعلیٰ اخلاق، شاگردوں کے ساتھ شفقت ورحمت، ان کی تعلیم وتربیت کے لیے نہایت عمدہ اور مفید اسالیب کا استعمال اور ان کی خبرگیری جیسے صفات اپنے کمال کی انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے، اس لئے جو معلم اور استاذ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بننا چاہے اور فنِ تدریس میں کمال تک پہنچنے کا خواہش مند ہو تو

اُسے چاہیے کہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم کی صفات وکمالات جو اِس میدان سے متعلق ہیں، معلوم کرے اور پھر اِن صفات میں آپ کے نقش قدم پر چلے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

اَب میں اختصار کے ساتھ چند ایسی صفات کا ذکر کروں گا جو ایک کامیاب استاذ اور مدرس کے لیے ضروری ہیں اور ضمناً ان کی مثالوں کی طرف اشارہ کرتا جاؤں گا، کیوں کہ میرے سامنے اِس وقت دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے فضلاء ہیں اور یہ مثالیں اُن کے ذہنوں میں بھی تر وتازہ ہیں؛ اس لئے کہ وہ حال ہی میں احادیث پڑھ کر فارغ ہوئے ہیں۔ وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) علم میں کمال

معلم کامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فن میں پوری مہارت رکھتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کے بارے میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور سکھائیں آپ کو وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے“۔ (النساء)

کامیاب اُستاذ کی صفت یہ ہے کہ وہ امکانی حد تک علم میں کمال رکھتا ہو، خصوصاً اُس مضمون اور فن میں جس کے پڑھانے کی ذمہ داری اس پر ڈالی گئی ہے، کیوں کہ استاذ کو جس مضمون میں جتنی مہارت اور دسترس ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ طلباء کو فائدہ پہنچا سکے گا؛ لہٰذا متعلقہ مضمون میں کمال حاصل کرنے کے لیے استاذ کو چاہیے کہ وہ:

(۱) اس مضمون کی بنیادی کتابیں ہمیشہ اپنے زیر مطالعہ رکھے۔ (۲) جو کتاب اُسے پڑھانی ہے اسے بار بار دیکھے۔ (۳) دورانِ مطالعہ اگر کسی عبارت یا کسی مسئلہ کے سمجھنے میں دِقت پیش آئے تو اپنے استاذ سے مراجعت کرے۔ (۴) اگر اپنا استاذ نہ ہو تو اُس مضمون کے کسی ماہر استاذ سے رجوع کرے، اس سے پوچھے، اس کے ساتھ مذاکرہ کرے اور اس میں شرم محسوس نہ کرے، کیوں کہ علم حاصل کرنے میں شرم نہیں۔

(۲) فصاحت وبلاغت

کامیاب معلم کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ فصیح اللسان ہو اور جو مضمون پڑھائے طلباء کو ذہن نشین

کرادے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشک افصح العرب تھے اور جامع کلمات کے مالک تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے جوامع الکلم کی صفت عطا کی گئی ہے'' یعنی آپ کے الفاظِ مبارک کم اور ان کے معانی زیادہ ہوتے تھے۔نیز آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے جو بھی اسے سنتا اسے سمجھ لیتا اور بوقت ضرورت ایک بات کو تین بار دہراتے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی ایک ایک بات آج امت کے پاس محفوظ ہے۔

اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت معلم کامل آپ کی صفات بیان کرتے ہوئے آپ کے اندازِ گفتگو کے بارہ میں فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَسْرُدُ الْكَلَامَ كَسَرْدِكُمْ، وَلٰكِنْ اِذَا تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَصْلٍ، يَحْفَظُهُ مَنْ سَمِعَهُ. (الفقيه والمتفقه للخطيب ۲/۱۲٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے لیکن آپ جب گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے جو بھی اسے سنتا وہ اسے یاد کر لیتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ عَادَهَا ثَلاثًا، حَتّٰى تَفْهَمَ عَنْهُ. (بخاری شریف ۱/۱۲۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو (بوقت ضرورت) اسے تین بار دُھراتے، تاکہ سننے والے اسے اچھی طرح سمجھ جائیں۔

(۱) لہٰذا ایک کامیاب استاذ کے لیے فصیح و بلیغ ہونا ضروری ہے، جس زبان میں وہ طلباء کو پڑھا رہا ہے، اس زبان پر اسے دسترس ہونی چاہیے، تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر اور کتاب کے مضمون کو فصیح و بلیغ انداز میں طلباء کے سامنے پیش کر سکے، جس سے ایک معمولی صلاحیت رکھنے والا طالب علم بھی اسے سمجھ سکے۔

(۲) دورانِ تدریس وہ زبان اِستعمال کرے جو سامنے بیٹھنے والے طلباء کی ذہنی سطح کے مطابق ہو، نہ ان کی سطح سے اتنی اونچی ہو کہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہو اور نہ اتنی نیچی کہ استاذ عوامی سطح پر اتر آئے۔

(۳) گفتگو میں ایک ربط اور ترتیب ہو، ٹھہر ٹھہر کر بولے، جلدی نہ کرے، تاکہ سننے والا اُستاذ کے ہر ہر جملہ کو سنے اور سمجھ جائے۔

(۴) اگر مضمون ایسا ہو جس میں جملوں کو دُھرانے اور بار بار کہنے کی ضرورت ہے، تو انہیں بار بار دُھرائے، خصوصاً جب عربی زبان کا مضمون ہو۔

(۳) اَسالیب اور اندازِ تعلیم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمال اور خوبی یہ تھی کہ آپ تعلیم میں مختلف طریقے اور اسلوب استعمال فرماتے تھے اور سامعین کا خیال فرماتے اور ان کے عقلی معیار کے مطابق گفتگو فرماتے اور مختلف علمی مضامین کے اعتبار سے اسلوب بدلتے رہتے۔

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم میں وہ تمام اسالیب اختیار فرمائے جو مفید سے مفید ہو سکتے ہیں اور آج کے اس ترقی کے دور میں اس سے بہتر کوئی علمی ادارہ نیا اسلوب نہیں پیش کر سکا۔

لہٰذا کامیاب استاذ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تدریس کے مختلف اسالیب اور انداز سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ کس فن کو کس طرح پڑھایا جاتا ہے اور خصوصاً اس فن کو جسے وہ پڑھا رہا ہے اور یہ بھی جانتا ہو کہ مضمون بدلنے یا طلباء کی ذہنی سطح اور اِستعداد کے مختلف ہونے سے اسلوب کس طرح بدلا جاتا ہے۔ یہ مستقل موضوع ہے جس پر ایک مستقل رسالہ لکھا جا سکتا ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ چند اسالیب کا ذکر کیا جاتا ہے:

الف:- نصوص اور عبارات کا یاد کرانا: بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں جن کی نصوص اور عبارات کا یاد کرنا اور ان کے الفاظ کی حفاظت کرنا ضروری ہوتا ہے، جیسے قرآنِ کریم کی آیات اور ماثور دعائیں۔ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا انداز یہ تھا کہ آپ منبر پر بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قرآنِ کریم یا ماثور دعاؤں کا ایک ایک جملہ پڑھ کر سناتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے سن کر دُہراتے اور اُسے یاد کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ النَّاسَ التَّشَهُّدَ عَلَى الْمِنبَرِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُكْتَبَ الصِّبْيَانَ.	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو تشہد اس طرح سکھاتے تھے جیسے استاذ مکتب والے بچوں کو سبق یاد کراتا ہے۔

(الفقیه والمتفقه للخطیب ۱۲٤/۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِيْ الْاَمْرِ كَمَا كَانَ يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (جامع مسانيد الامام الاعظم للخوارزمی ۳۸۵/۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دعاءِ استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمُ الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، يَقُوْلُ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. (مسند احمد بن حنبل ۲۷/٤)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعا اس طرح سکھاتے تھے جس طرح ان کو قرآن کریم کی سورۃ سکھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرماتے: کہو: اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، میں قبر کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنہ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

تعلیمی میدان میں جن مضامین کی عبارات اور نصوص کا یاد کرنا ضروری ہوتا ہے، اس کے لیے یہی اسلوب زیادہ مناسب اور مفید ہے، جیسے آج بھی اسکولوں میں پہاڑے اور گنتی یاد کرائی جاتی ہے۔

تمام دنیوی واُخروی پریشانیوں اور دشواریوں کے حل کے لئے
اکابر واسلاف کے آزمودہ
مستند وظائف ومعمولات
مرتب: مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
صفحات: ۱۴۴ ○ ہدیہ: ۴۰/روپے ○ ڈاک خرچ بذمہ خریدار

غموں اور صدموں سے نڈھال لوگوں کی تسلی اور صبر کے حصول کیلئے رہنما کتاب
حضرت نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے
غموں اور صدموں بھرے لمحات وواقعات
مرتب: مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
صفحات: ۶۴ ○ ہدیہ ۳۰/روپے ○ ڈاک خرچ بذمہ خریدار

□ مکتبۃ الاصلاح دارالطلبہ مدرسہ شاہی مرادآباد، موبائل: 09410679786
□ دارالعلم نزد مجاہد جنرل اسٹور دیوبند ضلع سہارنپور، موبائل: 09760333374

اشتہار

چوتھی قسط

شراب اور منشیات کے مضر اثرات

مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

شراب اور نشے کی لعنت انسان کو چوطرفہ نقصانات سے دوچار کرتی ہے اور تباہ و برباد کرڈالتی ہیں، اس کی نحوست سے انسان دینی، روحانی، اخلاقی، جسمانی، مالی اور معاشرتی ہر لحاظ سے کمزور ہوتا چلا جاتا ہے، احادیث میں صاف فرمایا گیا ہے:

اَلْمُوْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِنَ الْمُوْمِنِ الضَّعِیْفِ. (مسلم شریف) — تندرست مومن، کمزور ولاغر مومن سے بدرجہا بہتر ہے۔

اس لعنت کے منحوس اثرات اور مضرات بے انتہا ہیں، ذیل میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

جسمانی نقصانات

میڈیکل سائنس باتفاق رائے یہ طے کرچکی ہے کہ شراب ونشہ ایک سست رفتار زہر ہے، اور اس سے انسان کا بدن کھوکھلا ہوتا چلا جاتا ہے اور تیزی سے انسان کے قدم موت کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں، منشیات کا سب سے بڑا ضرر انسان کی صحت اور جسم وقوت کو پہونچتا ہے، واضح رہنا چاہئے کہ انسان کی زندگی، صحت، جسم اور طاقت اس کی اپنی ملک نہیں، بلکہ اس کے پاس اللہ کی امانت ہیں، اس امانت میں خیانت کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، اسی لئے قرآن نے فرمایا ہے:

وَلاتُلْقُوا بِأَیْدِیْکُمْ إِلَی التَّھْلُکَةِ. (البقرۃ: ۱۹۵) — اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

مزید واضح کیا گیا:

وَلا تَقْتُلُوا أَنْفُسَکُمْ، إِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا. (النساء: ۲۹) — اپنے قتل کا سامان مت کرو، بلاشبہ اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔

اسی طرح احادیث میں بار بار اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے، بلکہ ''لَاضَرَرَ وَ لَاضِرَارَ''

فرما کر صراحت کردی گئی ہے کہ اسلام میں نہ اس کی اجازت ہے کہ انسان خود اپنی ذات (مسند احمد) کو نقصان پہنچائے اور نہ اس کی اجازت ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچائے، اور ''اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا''. (بخاری شریف) کہہ کر واضح فرمادیا گیا ہے کہ تمہارے جسم وجان کا تم پر حق ہے، اس کا تحفظ اور اسے ہر طرح کے خلل ونقصان سے بچانا تمہاری ذمہ داری ہے، اسلام نے حفظان صحت پر جتنا زور دیا ہے، کسی اور مذہب میں اس پر اتنا زور نہیں دیا گیا ہے۔

قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی میں طہارت، نظافت، صرف طیبات کے استعمال اور خبائث سے بچنے کی جو واضح اور مفصل تعلیمات ہیں ان سے اسلام میں جسمانی صحت کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اب غور کیا جائے کہ شراب ومنشیات اور اس سے متعلق تمام چیزوں کا استعمال صرف اپنی صحت وذات کو نقصان پہنچانے، اپنی طاقت کو ختم کرنے، اللہ کی امانت کو ضائع کرنے، امانت میں خیانت کا مرتکب ہونے، اور اپنی قبر آپ کھودنے اور اپنے کو موت کے منہ میں لے جانے کے سوا کیا ہے؟

طبی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے اور تجربات ومشاہدات اس پر شاہد ہیں کہ انسان کا جسم شراب ونشے کی وجہ سے مختلف ہولناک امراض کا مجموعہ بن جاتا ہے، یورپ کے ڈاکٹروں کے ایک پینل نے ۱۰۰؍ایسے بڑے اور مہلک امراض کی نشاندہی کی ہے جو نشے کی لت کی وجہ سے عام ہوتے جارہے ہین، جن میں دل ودماغ اور اعصابی ونفسیاتی امراض کے ساتھ کینسر اور ایڈز کے امراض بالکل نمایاں ہیں، ایک امریکی ڈاکٹر جو محقق ومصنف بھی ہے لکھتا ہے کہ:

امریکہ میں ایڈز کے چالیس فیصد مریض وہ ہیں جن کو منشیات کے بے محابا استعمال نے اس اسٹیج تک پہنچایا ہے، امریکی لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودی ہے، مذہبی اخلاقیات سے ان کا رشتہ بالکل ختم ہوچکا ہے، اور یہ سب کچھ نشے کی لعنت عام ہوجانے کا وبال ہے، یورپ کے اخلاقی دیوالیہ پن اور بے راہ روی کا اصل سبب یہی ہے۔ (المخد رات مدمرات: ڈاکٹر عائض قرنی/۱۲)

دل کے امراض بطور خاص بلڈ پریشر کا متاثر ہوجانا، دوران خون کا نظام خراب ہوجانا، گردوں اور جگر کی خرابی، نظام ہضم کا بگاڑ اور معدہ کی متنوع بیماریاں، بالعموم گلے کے کینسر کا عارضہ، دردسر اور بینائی کی خرابی کا مرض، قوت حافظہ کا خراب ہوجانا، رعشہ کا مرض، تمام اعصاب کا متاثر ہونا، تنفس کا عارضہ لاحق ہونا، دماغی امراض (مثلاً نسیان، دوران سر، جنون، نیند نہ آنا، مرگی، قوت فیصلہ سے محرومی وغیرہ) جلدی

وجنسی امراض یہ تمام عوارض طبی تحقیقات کے مطابق منشیات کے استعمال کی وجہ سے بکثرت لاحق ہوتے ہیں، غور کیا جائے کہ ان امراض میں مبتلا انسان کے جسم کا مدافعتی نظام کس درجہ متاثر ہوگا اور وہ چند ہی دنوں میں کس طرح ہڈی کا ڈھانچہ بن کر رہ جائے گا، آج کل جوانوں کی موت کے جو واقعات بکثرت پیش آتے ہیں ان کا اہم اور بنیادی سبب نشہ کی یہی لعنت ہے، ٹریفک حادثات بھی دوسرے درجے میں اس کا سبب ہیں، لیکن سروے کیا جائے تو آدھے سے زائد ٹریفک حادثات بھی نشہ باز ڈرائیوروں کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

منشیات کی لعنت انتہائی پیچیدہ نفسیاتی امراض کا ذریعہ بھی بنتی ہے، اور یہ امراض نشہ باز کے ساتھ اس کے اہل خانہ (بیوی، بچوں) کی زندگی اجیرن کردیتے ہیں، بلکہ مشاہدے میں یہ بات آتی ہے کہ شراب کے یہ مضر اثرات متعدی ہوکر شرابی کی نسل تک پہونچتے ہیں، اور ایسے افراد کی اولاد خصوصاً شراب و نشے کی عادی خواتین کی اولاد اکثر اسی راہ پر چل پڑتی ہے، اور ان امراض کا نشانہ بنتی ہے، اسی لئے شریعت نے صاف اور دوٹوک الفاظ میں طے کردیا ہے:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ. — ہر صاحب ایمان کے لئے ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(سنن ابن ماجة، رقم: ٣٣٨٩)

اور:

كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ. (سنن ابن ماجة، رقم: ٣٣٨٦) — ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔

نیز:

مَاأَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ. (سنن ابن ماجة، رقم: ٣٣٩٣) — نشہ آور چیز کی زیادہ اور کم ہر مقدار حرام ہے۔

حضرت ام سلمہ کا بیان ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَ مُفْتِرٍ. (سنن أبي داؤد، رقم: ٣٦٨٦) — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز سے اور صحت میں خلل ڈالنے والی ہر چیز سے منع فرمادیا ہے۔

مالی نقصانات

منشیات کے مضرات کا ایک پہلو مالی نقصان بھی ہے، منشیات کا فروغ امت کی معاشی اور اقتصادی قوت کو نا قابل تلافی نقصان پہونچانے کے مرادف ہے۔

سیال وجامد منشیات کی قیمت عام طور پر بہت زیادہ ہوتی ہے، بسا اوقات ایک غریب خاندان جس رقم میں ایک دن کی خوراک کا نظم کرسکتا ہے، اتنی رقم میں شراب کی ایک بوتل دستیاب ہوتی ہے، بعض نشہ آور چیزیں مثلاً ہیروئن ایک کروڑ روپئے فی کلو کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں، یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ہماری حکومت ایک ہلاک ہونے والے شخص کے لئے اس کے ورثاء کو ایک لاکھ روپئے ایکس گریشیا (معاوضہ بنام ہمدردی) دیتی ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک کلو ہیروئن کی قیمت سو انسانوں کے مساوی ہوگی، اور اسی سے یہ بھی سمجھنا مشکل نہیں کہ ہمارے اس دور میں انسانی زندگی اور جان کس قدر ارزاں ہے اور ہلاکت میں ڈالنے والی ملعون چیز کس قدر گراں ہے؟

یہ تو بہت قیمتی منشیات کا ذکر ہوا، موجودہ حالات میں ایک خاص سازش کے تحت منشیات کو فروغ دینے خصوصاً جوانوں میں اس کی لت ڈالنے کا جو منحوس کام یا بالفاظ دیگر بہت بڑا کاروبار ہورہا ہے، اس کے نتیجے میں نشہ پیدا کرنے والے ٹیبلٹ، کیپسول، سفوف، سیرپ، پڑیا، انجکشن بہت تیزی سے عام ہورہے ہیں، اور انہیں کم قیمت پر دستیاب کرایا جارہا ہے، تاکہ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والے افراد، جو ایسے کاروباریوں کا اصل ٹارگٹ ہیں، بآسانی ان اشیاء کو حاصل کرسکیں، یہ منشیات اگرچہ کم قیمت ہیں، لیکن پھر بھی غریبوں کا کل اثاثہ ان پر ضائع ہوکر کیسے بھیانک مالی نقصان کا باعث بنتا ہے اور ایسے نشہ بازوں کا گھرانہ کس طرح مفلوک الحال اور دانے دانے کو محتاج ہوتا ہے، تصور کرلیا جائے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ ابتداء میں تو انسان اپنے ارادے اور اختیار سے نشے کی لعنت میں مبتلا ہوتا ہے، لیکن پھر اس کی ایسی عادت پڑتی ہے اور ایسا چسکا لگتا ہے کہ گویا وہ اس کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا، پھر وہ اپنے قابو ہی میں نہیں رہتا، چنانچہ وہ منشیات حاصل کرنے کے لئے سب کچھ داؤں پر لگا دیتا ہے، اپنی ساری پونجی لٹا دیتا ہے، جائداد بیچ دیتا ہے، کاسۂ گدائی لے کر در در پھرتا ہے، بھیک مانگ کر نشہ کرتا ہے،

چوری کر کے کام چلاتا ہے، اپنے جسم کے اعضاء (دل، گردہ وغیرہ) تک بیچ ڈالتا ہے، بلڈ بینک کو خون دینے والے افراد عام طور پر نشہ باز ہوتے ہیں، جو ارزاں قیمت پر اپنا لہو فروخت کر کے اپنی نشہ کی چیز حاصل کرتے ہیں، حد یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنی اولاد اور بیویوں تک کا سودا کرنے میں بھی نہیں ہچکچاتے، یہ بدترین نقصانات منشیات کی نحوست ہیں۔

اس وقت دنیا کا سب سے مہنگا کاروبار منشیات کا ہے، تمام تر ظاہری قانونی بندشوں کے باوجود یہ کاروبار خوب پھل پھول رہا ہے، قوم کا انتہائی بیش قیمت اثاثہ اس کی نذر ہو رہا ہے، نہ جانے کتنے افراد اس وجہ سے دیوالیہ بن گئے، کتنے گھرانے نان شبینہ کے محتاج ہو گئے، اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ ہزاروں جوانوں کی صحت، زندگی اور دولت کو تباہ کرنے والے منشیات کے تاجر حکومتوں اور آقاؤں کی خفیہ اور مضبوط سرپرستی میں اور بڑی بڑی رشوتوں کی تدبیر سے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، قوم کا خون پی رہے ہیں اور اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں، جن کی گردنوں پر بے شمار افراد کی ہلاکت، لاکھوں جوانوں کی جوانی وصحت کی تباہی، والدین کے ہوتے ہوئے یتیموں جیسی زندگی گذارنے والے نونہالوں کی محرومی اور بے بسی، شوہروں کے ہوتے ہوئے بیواؤں سے بری زندگی جینے والی خواتین کی پریشان حالی اور کس مپرسی جیسے بے شمار جرائم کا بوجھ ہے، مگر وہ احساس جرم سے عاری اور اپنا بیلنس بڑھانے میں منہمک ہیں، اور انہیں کے ذریعہ پوری دنیا میں مختلف تدبیروں سے کبھی معصوم بچوں کو اغوا کر کے ان کا پیٹ چیر کر ان میں منشیات بھر کر اور کبھی کسی اور طرح سے خطرناک منشیات (افیم، ہیروئن، کوکین، چرس، ڈرگ، ایم ڈی ٹیبلٹس، وائٹر نامی سفید نشہ آور کیمیکل جو مشروب اور سفوف دونوں شکلوں میں دستیاب ہوتا ہے، وغیرہ) سپلائی کی جاتی ہیں۔

عرب ممالک بطور خاص مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے یہودی تاجروں کے ذریعہ منشیات کی وسیع پیمانے پر سپلائی جاری ہے، اور اس کے ذریعہ ایک تیر سے دو شکار کئے جا رہے ہیں، دولت بھی سمیٹی جا رہی ہے، اور امتِ عرب کو کھوکھلا اور بے قیمت بھی بنایا جا رہا ہے۔ (المخدرات، للدکتور عائض القرنی ۱۵)

یومیہ نشہ بازں کا تناسب بڑھتا جا رہا ہے، اربوں کی دولت انسانوں کے ذریعہ اس لعنت میں صرف کی جا رہی ہے، یہ اسراف قوم کی معاشی صورت حال کو کس دیوالیہ پن کی طرف لے جا رہا ہے محتاج بیان نہیں، ان مالی نقصانات سے امت کو محفوظ رکھنے کے لئے منشیات کی اس لعنت پر قدغن لگانی ہوگی، تبھی امت اسراف اور بدحالی کی زنجیر سے آزاد ہو سکے گی۔

سماجی نقصانات

انسان جس معاشرہ میں رہتا ہے، اس کے مختلف افراد سے اس کے روابط ہوتے ہیں، اور اسی لئے مختلف افراد کے حقوق اور ذمہ داریاں اس سے متعلق ہوتی ہیں، اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اولاد کی تعلیم، تربیت، پرورش، خوردونوش، لباس ومکان تمام ضروریات اس سے وابستہ ہوتی ہیں، والدین حیات ہوں تو ان کی ذمہ داری اور ان کے خرچ کا بار اس کے ذمہ ہوتا ہے، بڑا ہے تو چھوٹے بھائی بہنوں کی تربیت اور نکاح وغیرہ کے فرائض اس کو ادا کرنے ہوتے ہیں، شادی شدہ ہے تو بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری اس کے اوپر ہوتی ہے، اب اگر ایسا انسان جس کے ذمہ بہت سے فرائض، حقوق اور ذمہ داریاں ہوں، نشے کی لعنت میں مبتلا ہو جائے، تو نہ وہ کسی صاحب حق کا حق ادا کرنے کی پوزیشن میں رہتا ہے اور نہ اپنی کسی ذمہ داری کی انجام دہی کا اسے کوئی شعور باقی رہ جاتا ہے۔

شراب ومنشیات کے رسیا افراد کی اپنی زندگی تو اجیرن ہوتی ہے، ان کا پورا خاندان اور گھرانہ عجیب بکھراؤ کا شکار ہو جاتا ہے، اولاد ضائع ہونے لگتی ہے، تربیت کا فقدان، تعلیم سے محرومی اور مالی بدحالی انہیں بگاڑ کی راہوں پر لے جاتی ہے، اور ایک آدمی کی بے راہ روی بہت سوں کے بگاڑ کا باعث بن جاتی ہے، بوڑھے والدین اپنی اولاد کے ضائع ہونے کے المیے کو دیکھ کر آہ سرد بھرنے اور سسکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، سب سے زیادہ مظلوم حالت نشے بازوں کی بیویوں کی ہوتی ہے، جو شوہر ہوتے ہوئے بھی بیواؤں سے زیادہ بدتر حال کو پہونچ جاتی ہیں، نشہ بازوں کی بیویاں اور بچے عام طور پر جسمانی تشدد کا نشانہ بھی بنتے ہیں اور ناقابل بیان ذہنی اور دماغی تناؤ اور الجھن کا بھی، طلاق کے ان گنت واقعات خاص طور سے دیہی علاقوں میں نشہ کی وجہ سے پیش آتے ہیں، اور اس طلاق کا راست نقصان سب سے بڑھ کر عورت اور کم سن بچوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔

شراب نوشی کا ایک نمایاں اثر زود رنجی اور غصہ کی کیفیات فوری طور پر طاری ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں جھگڑے، لڑائیاں اور گالم گلوج جیسی چیزیں سامنے آتی ہیں۔

قرآن کریم نے منشیات کے سماجی نقصانات کو بطور خاص بیان فرمایا ہے کہ اس کے ذریعہ بغض وعدوات کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، لڑائیاں اور تنازعے شروع ہوتے ہیں، زوجین کے تعلقات بگڑتے ہیں، خاندانوں کے رشتے بکھرتے ہیں، گھر برباد ہو جاتے ہیں اور فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے، یہ بدترین سماجی مضرات ہیں جن سے شرابیوں کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔

دین داری کو ہر حال میں ترجیح دیجئے!

مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

آقائے نامدار تاجدار مدینہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں پیش آنے والے بعض واقعات کی نشان دہی فرمائی، اور فتنوں کے زمانے میں کامیابی اور نجات حاصل کرنے کے طریقوں کی تعیین فرمائی، یہ آپ کا کمال اور وہ غیر معمولی صفت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو متصف فرمایا تھا، وہ نگاہیں عطا فرمائی تھیں جو مستقبل کے بعض امور کا مشاہدہ بھی اللہ کے حکم سے کرلیا کرتی تھیں، آج کے پرفتن ماحول میں، اور دین بیزاری کے اس زمانے میں جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشین گوئیوں کو پڑھا جاتا ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت پر یقین اور پختہ ہوجاتا ہے، آپ کی عظمت کا جو معیار اور گراف ہے وہ اور بڑھ جاتا ہے، مثلاً ایک روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُجبَرُ فِيهِ الرَّجُلُ بَيْنَ الْعِجزِ وَالْفُجُورِ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ الزَّمَانَ فَلْيَخْتَرِ الْعِجزَ عَلَى الْفُجُورِ. (مجمع الزوائد ۳۹۸/۷)

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں آدمی کو مجبور کیا جائے گا کہ یا تو احمق کہلائے یا بدکاری کو اختیار کرے، پس جو شخص یہ زمانہ پائے اسے چاہیے کہ بدکاری کو اختیار کرنے کے بجائے ''نکو'' کہلانے کو پسند کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ دنیا میں ایک دور، اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا، حالات اس کو مجبور کردیں گے، ماحول اس کو مجبور کردے گا، کہ یا تو وہ اپنے آپ کو دنیا والوں کی نگاہ میں احمق اور بے وقوف کہلائے یا وہ بدعملی اور غیر اسلامی طور طریقوں کا ارتکاب کرنے والا بن جائے، اگر وہ مرتکب گناہ بنے گا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی دھجیاں اُڑائے گا، پامال کرے گا، پیروں تلے روندے گا تب دنیا والوں کی نگاہ میں اس کو عزت

اورظاہری جاہ وحشمت مل سکتی ہے؛لیکن اگروہ دین پرمستقیم ہوکرزندگی گزارے گا،اللہ اوراس کے رسول کی تعلیمات کا پاسدار بنے گا اپنی شکل وصورت کوایمانی اوراسلامی بنائے گا،اپنے معاملات کودین کے رنگ میں رنگے گا،اپنے رہن سہن کواس رنگ کے اندرڈھالے گا جوجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ کارنگ ہوتولوگ اس کوفرسودہ خیال کہیں گے،قدامت پرستی کا طعنہ اس کوسننا پڑے گا،جنھوں نے اپنے کو مغرب کے رنگ میں رنگ لیا،جواسلامی تعلیمات اور ہدایات سے دورنکل گئے،جواپنی تہذیب وتشخص کو بھول گئے،دنیاان کوکہے گی کہ یہ رفتارزمانہ کے ساتھ چل رہے ہیں،انہی کوحیثیت دی جائے گی،انہی کو مقام دیاجائے گا،انہی کی رائے کورائے سمجھا جائے گا،انہی کومجلس میں صاحب الرائے قراردیاجائے گا، اوراگرآدمی نبی اورصحابہ کے طریقے پرعامل ہوگا تونہ جانے اس کوکیا کیا طعنے سننے کوملیں گے،احمق اور بیوقوف اس کوکہا جائے گا،آج دنیامیں یہ صورت حال بالکل عیاں اورظاہرہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایادیکھواگریہ زمانہ تمہاری زندگی میں آجائے(فَمَنْ أَدْرَکَ ذٰلِکَ الزَّمَانَ) تم میں سے جس آدمی نے اس زمانے کوپالیااس ماحول میں جس نے آنکھیں کھولیں،تویادرکھودنیاوالوں کی واہ واہ لوٹنے کی کوشش مت کرنا،ان کی نگاہ میں اپنے کوباحیثیت ،باعزت اور باوقار بنانے کی کوشش مت کرنا،تم اسی طریقہ کواختیارکرناجوقرآن کا طریقہ ہے،دنیاوالے تمہیں لاکھ احمق اوربیوقوف کہتے رہیں،تمہیں اس طعنہ کوسنناہےاوراثرنہیں لیناہےاوراپنےطریقہ کوترک نہیں کرناہے۔(فَلِیَخْتَرِ الْعِجزَ عَلَی الْفُجُوْرِ) جو آدمی ایسے زمانہ کوپائے وہ لوگوں کی زبان سے اپنے آپ کوبےوقوف اورعاجزکہلاناپسندکرے،فسق وفجور اوربدعملی کواختیارکرناگوارہ نہ کرے،بداخلاقی اوربدتہذیبی اس کی زندگی میں نہ آنی چاہیے،دنیابدلتی رہے، زمانہ کسی بھی رفتارکےاوپررہے،ہمارے لیے تونجات اورکامیابی کانسخہ وہی ہے جوسینکڑوں برس پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلقین فرما کرگئے اوروہ نسخہ ایساجامع اورایسامکمل ہے کہ اب رہتی دنیاتک دوسرےنسخہ کونازل کرنے کی اللہ نےضرورت ہی محسوس نہیں فرمائی،مہرلگادی گئی،بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدکہ اب کوئی ہادی بن کراس دنیامیں نہیں آئے گااوراب نیاقانون،نئی شریعت اورنظام زندگی نہیں آنے والاہے،کامیابی ملے گی تواسی قرآن سے جڑکرملے گی،کامیابی ملے گی تواسی طریقہ سے جڑکر ملے گی جس کوصحابہ نے اختیارکیا،تابعین نے اختیارکیا،اورامت کے ان اکابرین اورنیک لوگوں نے

اختیار کیا جن کا آج تذکرہ کیا جاتا ہے جو دنیا میں بھی کامیابی کے جھنڈے گاڑ کر گئے ہیں اور آخرت میں بھی رفعت اور سربلندی ان کا مقدر بنے گی، یہ وہ حقیقت ہے جس کا اظہار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برسوں پہلے کر کے جارہے ہیں تو یہ ہدایات ہم سب کے لیے چشم کشا ہیں، ہماری آنکھیں کھول رہی ہیں، اور ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کر رہی ہیں، کہ تم ایسے زمانے کے اندر ہو کہ واقعۃً آج کل معاشرہ میں دین پر چلنے والوں کی پوچھ نہیں ہے جو دین بیزار ہیں ان کو حیثیت اور مقام دیا جاتا ہے، دنیا ناراض ہو جائے ہمیں کوئی پرواہ نہیں، ہمارا خالق و مالک ہمارا مشفق و محسن ناراض نہ ہونا چاہیے اور اگر ہمارے عمل سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوں اور ساری دنیا راضی ہو جائے تو لعنت ہو اس عمل پر، منایا جائے تو اللہ کو منایا جائے، رضا اگر کسی عمل کے اندر مقصود ہوگی تو اللہ اور اس کے رسول کی مقصود ہوگی۔

دوسری حدیث جس میں آپ نے انہی حالات کی طرف نشان دہی فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ لَيْتَ شَعْرِي كَيْفَ أُمَّتِي بَعْدِي؟ حِيْنَ تَتَبَخْتَرُ رِجَالُهُمْ وَتَمْرَحُ نِسَاؤُهُمْ وَلَيْتَ شَعْرِي حِيْنَ يَصِيْرُوْنَ صِنْفَيْنِ صِنْفًا نَاصِبِيْ نُحُوْرِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَصِنْفًا عُمَّالاً لِغَيْرِ اللّٰهِ. (الجامع الصغير ۷۵۴۳)

کاش میں جان لیتا کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا جب ان کے مرد اکڑ اکڑ کر چلیں گے اور ان کی عورتیں اتراتی پھریں گی اور کاش میں جان لیتا جب میری امت کی دو قسمیں ہو جائیں گی ایک قسم تو وہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں سینہ سپر ہوگی اور ایک قسم وہ ہوگی جو غیر اللہ ہی کے لیے سب کچھ کرے گی۔

مردوں میں تکبر

بڑے ہی درد دل اور سوز و فکر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو ادا فرما رہے ہیں، آپ کا اندازِ تکلم و گفتگو اور انداز خطاب یہ بتا رہا ہے کہ دل کے جذبات کی ترجمانی آپ کی زبان کر رہی ہے، ارشاد فرماتے ہیں کاش! کہ مجھے پتہ چل جاتا کہ میری امت کے مردوں اور عورتوں کا کیا حال ہوگا، اس زمانے میں جب امت کے مرد اکڑ اکڑ کر چلنے لگیں گے، مغرور اور متکبر ہو جائیں گے، کسی کو اپنی نگاہ میں نہیں لائیں گے، ہر آدمی اپنے کو سب سے بڑا سمجھتا ہوگا، اپنی رائے کو سب پر تھوپنے کی کوشش کرتا ہوگا، اس کی چال سے غرور ٹپکتا ہوگا، اس کی گفتگو سے گھمنڈ ٹپکتا ہوگا، اس کے لباس سے تکبر ٹپکتا ہوگا، اس کی نشست

و برخاست سے غرور اور تکبر کی علامت دکھائی دیتی ہوگی۔ جس زمانہ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے خود صحابہ کرامؓ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ یہ حالات بھی دنیا میں پیدا ہوں گے کہ ہر آدمی تیس مارخاں بنا ہوا ہوگا اور اپنے مقابلہ میں کسی کو حیثیت دینے والا نہ ہوگا، اور بے حیائی، بے پردگی، عریانیت اتنی عام ہو جائے گی کہ عورتوں کے جسم پر برقع ہونا تو دور کی بات ہے وہ اپنے جسموں کی نمائش کرنے والی بن جائیں گی، اور سر بازار ایسا لباس پہن کر سڑکوں پر اتراتی ہوئی پھریں گی کہ چاہے نہ چاہے غیروں کی نگاہیں ان کے اوپر پڑیں گی اور وہ گناہوں کو دعوت دینے والی ہوں گی، تصور کیجیے! پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دور رس نگاہ پر، آج جب ہم اپنے معاشرہ کے اوپر نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ دونوں چیزیں امت کے اندر عام دکھائی دیتی ہیں، وہ تواضع اور عاجزی وہ سادگی اور بے تکلفانہ انداز رہائش جو اپنے بزرگوں کی زندگی میں دیکھتے ہیں یا ان کے واقعات میں پڑھتے ہیں آج ہم جیسے گنہ گاروں کی زندگی میں وہ چیزیں دکھائی نہیں دیتیں، کچھ نہ ہونے کے باوجود ہم اپنے کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اور وہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، اور یہی ان کی کامیابی کی ضمانت تھی، سرخروئی اور سربلندی کی دلیل تھی، ایک انسان جب تک سادہ متواضع اور عاجز بن کر زندگی نہیں گزارے گا وہ کبھی اللہ کی نگاہ میں محبوبیت کا مقام حاصل نہیں کر سکتا، اس لیے کہ تکبر اور بڑائی کا اظہار تو اللہ کی شان ہے، اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور اس کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اللہ کی نگاہ میں مجرم ہوتا ہے، ہمیں اور آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم بڑائی کا اظہار کریں، ہم کس چیز پر اترا سکتے ہیں، اپنی صورت پر اگر ہم اتراتے ہیں تو ایک دن وہ آئے گا کہ ہماری یہ صورت کیڑوں کی غذا بن جائے گی، کب تک ہم اس کو سجا کر سنوار کر رکھیں گے، ہماری کب تک اس پر حکومت رہے گی، مالک کا حکم آئے گا تو ساری توانائیوں اور طاقتوں کے باوجود ہم مجبور ہوں گے اس چیز کو اس کے حوالہ کرنے پر، اپنی مال داری پر ناز ہے تو کب تک ہماری مال داری ہمارا ساتھ دے گی، اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوتا ہے وہ کسی فقیر کو مال دار بنا دیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مال دار کا ایسا دیوالیہ نکلتا ہے کہ خواب میں بھی وہ نہیں سوچ سکتا، یہ تو سب اللہ کی قدرت ہے، انسان کے پاس کوئی چیز ہے ہی نہیں کہ جس کے اوپر وہ اترائے غرور کرے، کوئی منصب اس کو مل گیا، کوئی عہدہ اس کو مل گیا تو یہ منصب و عہدہ اس کی جاگیر نہیں ہے، اگر اس منصب اور عہدہ کی وہ قدر کرے گا جو ذمہ داری اس کے اوپر ڈالی گئی،

صحیح طور پر اس کو انجام دے گا، تو یہ منصب اس کو سجے گا، یہ عہدہ اس کو سجے گا، اور اگر اس کی ناقدری کی تو اللہ رب العزت دینے والا ہے وہ چھیننے پر بھی قادر ہے۔ جو منصب اور عہدہ پر فائز کرنے والا ہے وہ لمحوں میں زمین پر بھی بٹھا سکتا ہے، یہ چیز بھی غرور اور تکبر کے اظہار کی نہیں، کوئی چیز انسان کی زندگی میں ایسی ہے ہی نہیں کہ جس پر وہ غرور تکبر اور بڑائی کا اظہار کر سکے، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ''. (الترغيب والترهيب ٣٦/٤) جو اللہ کے لیے عاجز بن کر زندگی گزارتا ہے، اپنے آپ کو سب سے حقیر اور کمتر سمجھتا ہے اللہ اسی کو بلندی عطا فرماتے ہیں، اسی کو سرخروئی اور کامیابی عطا فرماتے ہیں اور جس کے اندر تھوڑی سی بھی ''میں'' آجاتی ہے تو وہی میں اس کے لیے ہلاکت کا باعث اور ذریعہ بن جاتی ہے، اللہ کی نگاہ میں تو وہ گر جاتا ہے؛ لیکن لوگوں کی نگاہ میں بھی اس کی دو پیسے کی حیثیت نہیں رہ جاتی، لوگ تبصرہ کرتے پھرتے ہیں کہ بڑا اترا رہا تھا، بڑی بڑائی کا اظہار کر رہا تھا۔

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی فکر ہے کہ جب امت میں ایسا ماحول پیدا ہو جائے گا کہ مرد اکڑتے پھریں گے، تو کیسے حالات کا ان کو سامنا کرنا پڑے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عاجزی، مسکنت اور متواضع شان کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عورتوں میں اتراہٹ

دوسری چیز آپ ﷺ نے فرمائی: ''وَتَمْرَحُ نِسَاؤُهُمْ'' مجھے فکر ہے اس زمانے کی بھی کہ میری امت کی عورتیں سر بازار اتراتی ہوئی اور اپنے جسموں کی نمائش کرتی پھریں گی، آج یہ پیشین گوئی بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معاشرہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے سو فیصد دکھائی دیتی ہے، بے پردگی، عریانیت اور فیشن پرستی کا ایسا سیلاب آیا ہوا ہے کہ پورا معاشرہ اس میں بہتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اگر اس سیلاب پر مہر لگانے کی کوشش نہ کی گئی تو وہ دن دور نہیں کہ جب معاشرہ اس میں غرق ہوتا دکھائی دے گا۔ اور اس کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کی عصمت وعفت کی حفاظت فرمائے، اللہ کی نگاہ میں وہی عورت سب سے زیادہ بہتر مانی جاتی ہے جو اپنے کو اجنبی مردوں کی نگاہ سے زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے والی ہو، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے یہ سوال کیا تھا کہ بتاؤ اللہ کی نگاہ میں سب سے بہترین عورت کون سی ہے؟ تو صحابہ کرامؓ نے غور فرمایا کوئی جواب سمجھ میں نہیں آیا تو حضرت علیؓ گھر

تشریف لے گئے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورِ نظر اور لختِ جگر کے سامنے یہ سوال رکھا کہ ابا جان نے یہ سوال کیا ہے تم ہی اس کا کوئی جواب دے سکتی ہو، تم ہی واقف ہو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزاج سے، تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے اس سوال کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ میری نگاہ میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی نگاہ میں سب سے بہترین عورت وہ ہے جس کی نگاہ کسی اجنبی مرد پر بالارادہ نہ پڑی ہو اور اس پر بھی کسی اجنبی مرد کی نگاہ نہ پڑی ہو، نہ اس نے بالارادہ کسی اجنبی مرد کو دیکھا ہو اور نہ اس پر کسی کی نگاہ پڑی ہو یعنی اس نے اپنے آپ کو اس طرح مستور اور پوشیدہ رکھا ہو کہ اگر گھر سے باہر بھی نکلی ہو تو ایسے پردہ کے ساتھ نکلی ہو کہ کسی کی نگاہ اس کے جسم کے اوپر نہ پڑی ہو، یہ جواب سن کر حضرت علیؓ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! میرے ذہن میں تو جواب نہیں آیا تھا؛ لیکن فاطمہ نے یہ جواب دیا ہے، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جواب کو سن کر خوش ہو گئے، چہرہ پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا (صدقت فاطمۃ) میری بیٹی فاطمہ نے بالکل سچ کہا، میری لختِ جگر نے بالکل سچی بات کہی۔ (مجمع الزوائد ۹/۲۳۹)

آج ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معیار کی روشنی میں اپنے گھر کی اور معاشرہ کی عورتوں کو پرکھنے کی کوشش کریں گے تو سوال کا جواب خود ہمارے سامنے آجائے گا کہ ہم اپنے معاشرہ کی عورتوں کو اللہ کی نگاہ میں بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا نہیں، عام ہے بے پردگی، اور اب تو بہت سے گھروں کے اندر بے پردہ رہنا معیوب ہی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ پردہ کو معیوب سمجھا جانے لگا ہے، رشتہ آتے ہیں لڑکی والوں کے یہاں، اگر کسی دیندار گھرانے سے رشتہ آجاتا ہے تو بعض لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ کو صرف اس وجہ سے رد کر دیا جاتا ہے کہ وہاں تو پردہ کا ماحول ہے، ہماری بچی نے کبھی برقع اوڑھا ہی نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بے پردگی اور عریانیت کا ماحول ہمارے گھر کے اندر ہے، نکاح کے بعد یہ ماحول تبدیل نہ ہونا چاہیے۔ کیوں کہ لڑکی بے پردگی کی عادی ہے اور سسرال میں جا کر پردہ کرنا پڑے گا تو مزاج ملے گا نہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ رشتوں میں کھٹاس پیدا ہو جائے گی اور نباہ مشکل ہوگا۔ یہ صورت آج معاشرہ کی بنتی جا رہی ہے، یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے اور متعدد گھرانوں کی یہ کہانی ہے اور آج کے زمانے میں تو برقع بھی اس طرح کے چل پڑے ہیں کہ برقع کا مقصد ہی فوت ہو گیا ہے، برقع کا مقصد یہ ہے کہ عورت کا جسم چھپ جائے، اس کے جسم کی ساخت اور بناوٹ ظاہر نہ ہو؛ لیکن اب تو برقع ہی ایسے چمک دمک،

زرق برق اور چٹک مٹک کے بننے لگے ہیں کہ وہ قمیص سے بھی خوب صورت ہوتے ہیں، کسی میں سبز کڑھائی ہورہی ہے، تو کسی میں سرخ اور ایسی فٹنگ کے برقع ہیں کہ قمیص کو بھی انھوں نے مات کررکھا ہے، ایسے برقعوں سے کوئی فائدہ نہیں، برقع کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ ایسا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ جسم کی ساخت اور بناوٹ ظاہر نہ ہو، یہ سب چیزیں ''وَتَمرَحُ نِسَاؤُھُم'' کے تحت آجائیں گی، عورت کو اپنے حسن کا اظہار کرنا ہے اپنے کو بہت سجا کر رکھنا ہے تو رکھے؛ لیکن صرف شوہر کے لیے، بناوٹ، زیب وزینت، زیورات اور اپنے آپ کو معطر رکھنے کی اجازت دی گئی ہے؛ لیکن شوہر کے لیے؛ لیکن آج کے دور میں شوہر کے لیے تیاری ہو یا نہ ہو؛ لیکن بازار کے لیے ضرور ہوتی ہے، نمائش تو وہاں کرنی ہے، سینٹ کی خوشبو تو وہاں پھیلانی ہے، ایک روایت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعَرَّتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا – يَعْنِي زَانِيَةً. (ترمذي ٢٧٨٦)

جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرے گی، اور اس کی خوشبو کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں اس پر اٹھیں گی تو وہ زنا کرنے والی ہوگی۔

آپ تصور کیجیے کس حد تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو بچانا چاہتے ہیں۔ آپ اس حیثیت اور اس انداز سے عورت کو زندگی گزروانا چاہتے ہیں کہ کسی کی نگاہ اس کی طرف اُٹھے ہی نہیں اور اگر یہ بجتے ہوئے گھنگروں پہن کر جائے گی اور پاؤں میں پایل پہن کر جائے گی، اچھا، اچھا عطر اور سینٹ لگا کر جائے گی تو جو آدمی متوجہ نہیں ہوگا وہ بھی متوجہ ہوجائے گا اور یہ چیز گناہ کا ذریعہ بنے گی اور اس کے نتیجہ میں نہ جانے کیا کیا ہوگا جو آج دنیا میں ہورہا ہے، ان حالات پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینکڑوں برس پہلے فکرمند ہیں، اس لیے ہمیں ہوش کے ناخون لینے چاہئیں اور ماحول کو سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش کرنی چاہیے، ہمارا کسی پر بس چلتا ہو یا نہیں؛ لیکن گھر کے افراد پر تو بس چلتا ہے، ہم گھر کا ماحول تو درست کر ہی سکتے ہیں، پڑوس پر ہمارا کوئی اثر نہیں، قبیلہ پر کوئی اثر نہیں، محلّہ میں ہمارا کوئی اثر نہیں تو کیا گھر میں بھی ہمارا کوئی اثر ورسوخ نہیں، کیا بیوی اور بچے بھی ہماری نہیں مانتے، کم سے کم گھر کا نظام تو ہم شریعت اسلام اور نبی کی تعلیمات کے مطابق بنا سکتے ہیں؛ لیکن کب؟ جب عزم پختہ ہو، ارادہ مضبوط ہو، اور اگر اس میں ڈھل مل رویہ رہا، ایک کان سے سن لی اور دوسرے کان سے نکال دی، عمل کا ارادہ نہیں تو جس ڈگر پر

چل رہے ہیں اسی پر چلتے رہیں گے، زندگی تو ختم ہو جائے گی، پیغمبر اسلام نے یہ ہدایات اسی لیے دی ہیں کہ فتنہ کے اس دور میں آنکھیں کھولنے والے انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر ایسی پاکیزہ زندگی گزارنے والے بن جائیں جو اللہ اس کے رسول کو راضی کرنے والی ہو۔

اخلاص کا فقدان

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لَيْتَ شَعْرِيْ حِيْنَ يَصِيْرُوْنَ صِنْفَيْنِ صِنْفًا نَاصِبِيْ نُحُوْرِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَصِنْفًا عُمَّالاً لِغَيْرِ اللّٰهِ؟) ارشاد فرمایا کہ کاش کہ مجھے معلوم ہو جاتا جب میری امت دو جماعتوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک گروہ میری امت کا وہ ہوگا جو اپنے سر کو اللہ کی راہ میں جھکانے والا ہوگا، ہر عمل اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کرنے والا ہوگا، امت میں ایک جماعت ایسی ہو جو اللہ کو راضی کرنے کے کام کرنے والی ہو، یہی جماعت کامیاب ہوگی اور دوسرا گروہ میری امت کا وہ ہوگا جو غیر اللہ کے مزدور بن کر زندگی گزار رہے ہوں گے، اللہ ورسول کی خوشنودی ان کے پیش نظر نہیں ہوگی، ان کے پیش نظر تو دنیا کا نفع ہوگا، ظاہری ٹیپ ٹاپ ہوگی، زیب وزینت ہوگی آرائش وآسائش کے سامان ہوں گے، یہ چیزیں ہمیں ملنی چاہئیں، دین جائے بھاڑ میں، ہمیں تو دنیا کا نفع جہاں سے ملے گا ہم تو اس راستہ کو اختیار کریں گے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کامیابی انہی لوگوں کا مقدر بنے گی جو اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کام کرنے والے ہوں گے، غیروں کی رضامندی ان کے پیش نظر اور ان کا مقصود نہیں ہوگی، خلوص نیت ہر عمل کے لیے ضروری ہے، خلوص اور اخلاص اگر نہیں ہوگا تو پہاڑ کے برابر اعمال رائی کے دانے کے برابر نہیں ہوں گے، اور اگر نیت کے اندر اخلاص ہو تو کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی صدقہ پہاڑ کے برابر صدقہ کرنے سے بھی زیادہ اجر کا باعث بن جائے گا۔

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد
ایک عظیم اصلاحی تحریک کا نام ہے
صرف ایک ممبر بنا کر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہو جائیے۔

ماہِ رجب؛ شبِ معراج

اور بدعات وخرافات

مولانا مفتی ابوجندل قاسمی استاذ حدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفر نگر یوپی

شبِ معراج کون سی رات

علماء سِیَر کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سال اور کس تاریخ میں معراج کا واقعہ پیش آیا، اولا تو اس میں اختلاف ہے کہ معراج کا واقعہ بعثتِ نبوی سے قبل پیش آیا یا بعد میں، ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے قبل معراج ہوئی، مگر یہ قول قابلِ توجہ نہیں، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ بعثت کے بعد معراج ہوئی، پھر تاریخ میں بہت زیادہ اختلاف ہے، چناں چہ اصحابِ سیر کے اس بارے میں دس اقوال ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پانچ سال قبل معراج کا واقعہ پیش آیا۔

(۲) علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال قبل پیش آیا۔

(۳) ابن قتیبہؒ اور ابن ابی سبرہؒ کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال چھ مہینے پہلے پیش آیا۔

(۴) علامہ سُدّیؒ کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پانچ مہینے پہلے پیش آیا۔

(۵) ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال تین مہینے پہلے پیش آیا۔

(۶) علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال دو مہینے پہلے پیش آیا۔

(۷) ابراہیم حربیؒ کہتے ہیں کہ ہجرت سے گیارہ مہینے پہلے پیش آیا۔

(۸) علامہ نوویؒ اور ابن سعدؒ کے نزدیک ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔

(۹) علامہ ابن الجوزیؒ کے نزدیک ہجرت سے آٹھ مہینے قبل پیش آیا۔

(۱۰) ابوالربیع بن سالمؒ کہتے ہیں کہ ہجرت سے چھ مہینے پہلے پیش آیا۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ کس مہینے میں یہ عظیم واقعہ پیش آیا، چناں چہ اس سلسلے میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں کہ ماہِ ربیع الآخر میں پیش آیا، علامہ ابن المنیرؒ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

(۲) علامہ سُدّیؒ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک یا شوال المکرّم میں پیش آیا۔

(۳) علامہ واقدیؒ کے نزدیک ربیع الاول میں یہ اہم واقعہ پیش آیا۔

(۴) ابن ابی سبرہؒ کے نزدیک رمضان المبارک میں پیش آیا۔

(۵) علامہ ابن عبد البرؒ اور علامہ نوویؒ کے نزدیک ماہِ رجب میں پیش آیا۔ (فتح الباری ۸/۶۲۷، ۶۲۸، باب المعراج۔ شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی ۲/۶۷)

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں شب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر شبِ معراج بھی شبِ قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور شبِ قدر کی طرح اس کی فضیلت ہوتی (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں) تو اس کا مہینہ اور تاریخ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا، لیکن ایسا کچھ نہیں کیا گیا، اس لیے یقینی طور پر ماہِ رجب کی ستائیسویں شب کو شبِ معراج قرار دینا صحیح نہیں، فتاویٰ اسلامیہ (جو عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، محمد بن صالح بن عثیمین اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الجبرین کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے) میں ہے:

وَلَيْلَةُ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبَ يَدَّعِي بَعْضٌ أَنَّهَا لَيْلَةُ الْمِعْرَاجِ الَّتِي عُرِجَ فِيْهَا الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَهٰذَا لَمْ يَثْبُتْ مِنَ النَّاحِيَةِ التَّارِيْخِيَّةِ وَكُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَثْبُتْ فَهُوَ بَاطِلٌ. (فتاوى اسلاميه ٦٩٣/٤، المكتبة الشاملة)

بعض لوگ رجب کے مہینے کی ستائیسویں شب کے بارے میں دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ شبِ معراج ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے، جب کہ یہ بات تاریخ سے ثابت نہیں، اور جو چیز ثابت نہ ہو وہ باطل ہے۔

ایک عربی عالم نایف بن احمد الحمد فرماتے ہیں:

وَدَعْوىٰ أَنَّ الْمِعْرَاجَ كَانَ فِيْ رَجَبَ لاَ يَعْضُدُهُ دَلِيْلٌ. (رسالتان في أحكام شهري محرم ورجب ص: ٥ المكتبة الشاملة)

یعنی اِس بات کا دعویٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہِ رجب میں معراج ہوئی بے دلیل ہے۔

اگر شبِ معراج شبِ قدر کی طرح ہوتی؟

غرض اوّلاً تو یہ ثابت نہیں کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں شب شبِ معراج ہے، اور اگر اس کو شب معراج مان لیا جائے تو یہ رات اگر شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعۂ معراج کے بعد بھی ضرور اس رات کا خاص اہتمام فرماتے، نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس رات میں جاگنے اور عبادت کرنے کی خاص تاکید فرماتے، جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کے بعد کئی سال تک اس دنیا میں تشریف فرما رہے،

پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد سو سال تک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس دنیا میں بقید حیات رہے، لیکن اس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ بھی ثابت نہیں جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ماہِ رجب کی ۲۷ ویں شب کو کسی خاص اہتمام کے ساتھ منایا ہو، اسی طرح تابعین و تبع تابعین سے بھی اس رات میں عبادت کا کوئی اہتمام منقول و ثابت نہیں، یعنی زمانۂ خیر القرون میں ماہِ رجب کی ۲۷ ویں شب کو شب معراج کے عنوان سے منانا، اس میں جاگنا اور عبادت کرنا ثابت نہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے، دین کا سب سے زیادہ فہم رکھنے والے اور دین پر مکمل طور سے عمل کرنے والے تھے، تو جو چیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اور تابعین و تبع تابعین نے نہیں کی، اس کو دین کا حصہ قرار دینا، اور اس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا احداث فی الدین اور بدعت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ ۔ یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالے جس کی دین میں کوئی اصل نہ ہو تو وہ بات مردود ہے۔ (بخاری شریف ۱/۳۷۱، حدیث ۲۶۹۷، مسلم شریف ۲/۷۷)

نیز حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ — یعنی میرے اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقے

الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (أبوداؤد شريف / باب في لزوم السنة ٦٣٥/٢)

کو لازم پکڑ لو اور نہایت مضبوطی سے تھام لو، اور دین میں نئی باتوں (جن کی دین میں کوئی اصل نہ ہو) سے بچو، بے شک ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

فتاویٰ اسلامیہ میں ہے: ”لَوْ افْتَرَضْنَا أَنَّ ذٰلِکَ قَدْ حَدَثَ فِيْ تِلْکَ اللَّيْلَةِ فَإِنَّهٗ لايَجُوْزُ لَنَا أَنْ نحدثَ فِيْها شيئاً من شَعائرِ الاعْيَادِ أو العِبادات؛ لانَّ ذٰلِکَ لم يثبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ولَمْ يَثْبُتْ عن اصحابه الَّذين هُمْ اَوْلى النَّاسِ بِهٖ و هُمْ اَشَدُّ النَّاسِ حِرْصاً علىٰ سُنَّتِهٖ و اِتِّباعِ شَرِيْعَتِهٖ فَكَيْفَ يَجُوزُ لَنَا أن نُحْدِثَ مَا لَمْ يَكُنْ فِی عَهْدِ النَّبِيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم ولاَ فِي عَهْدِ اَصْحَابِهٖ“۔ یعنی اگر ہم یہ بات مان لیں کہ شب معراج ماہِ رجب کی ستائیسویں شب ہے، تو بھی ہمارے لیے یہ درست نہیں کہ ہم اس میں کوئی عید منائیں یا کوئی مخصوص عبادت کریں، کیوں کہ یہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی اور سنت واتباعِ شریعت کے سب سے زیادہ حریص تھے، تو پھر ہمارے لیے کیوں کر یہ بات درست ہو سکتی ہے کہ ہم دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کریں جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تھی۔ (فتاویٰ اسلامیہ ۶۹۳/۴، مکتبہ شاملہ)

رجب کا چاند دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

ماہِ رجب کے بارے میں جو بات ایک ضعیف حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھ کر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. (شعب الايمان للبيهقي حديث ٣٨١٥، عن انس رضی اللہ عنہ)

اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمائیے، اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجیے۔

یعنی ہماری عمر اتنی کردیجئے کہ ہم اپنی زندگی میں رمضان کے بابرکت مہینے کو پالیں، گویا دو مہینے پہلے سے رمضان المبارک کی آمد کا اشتیاق ہوتا تھا، اس کے علاوہ جو چیزیں عوام میں مشہور اور معمول بہا ہیں ان کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

ستائیسویں شب میں نوافل کا اہتمام

ماہِ رجب کی ستائیسویں شب میں روزانہ کی نمازوں کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ کوئی اور نماز مسنون ومشروع نہیں، بعض لوگوں نے اس رات میں جو نمازوں کے خاص خاص طریقے مشہور کردئے ہیں کہ اس رات میں اتنی رکعتیں پڑھی جائیں، اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں، علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:

اَمَّا الصَّلاۃُ فَلَمْ یَصِحُ فِيْ شَھْرِ رَجَبَ صَلاۃٌ مَخْصُوْصَۃٌ تَخْتَصُّ بِہٖ. (لطائف المعارف ۱۳۰/۱، فتاویٰ محمودیہ ۲۸۴/۳ ڈابھیل)

بہرحال نماز، تو رجب کے مہینے میں کوئی مخصوص نماز جو اسی مہینے کے ساتھ خاص ہو صحیح نہیں۔

صلوٰۃ الرغائب

بعض حضرات رجب کے مہینے میں ایک مخصوص نماز پڑھتے ہیں، جس کا نام ''صلاۃ الرغائب'' ہے، جو رجب کے پہلے ہفتے میں جمعہ کے روز مغرب کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے، اور وہ چھ سلاموں کے ساتھ بارہ رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ قدر اور بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں، پھر نماز سے فارغ ہوکر ستر مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد دعا کی جاتی ہے، یہ نماز بلاشبہ بدعت اور ناجائز ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس نماز کے بارے میں ''ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جہضم'' (جو کذاب تھا) نے حدیث وضع کی ہے۔ (ردالمحتار ۴۰۹/۲، مطلب فی صلاۃ الرغائب۔ لطائف المعارف ۱۳۰/۱۔ کشف الخفاء ۴۱۷/۲، شاملہ۔ البدایہ والنہایہ ۶۰۰/۱۵، ۴۱۴ھ کے واقعات)

ستائیس رجب کا روزہ

اسی طرح بعض لوگ ۲۷ رجب کے روزے کو عرفہ وعاشورہ کی طرح باعثِ فضیلت سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ روزہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں، ہاں البتہ تمام ہی ''اشھرِ حُرُم'' (چار محترم وباعزت

مہینے، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزہ رکھنا پسندیدہ اور باعث اجر وثواب ہے، اور ان چار محترم مہینوں میں سے رجب بھی ہے، چناں چہ مجیبہ باہلیہ اپنے والد یا اپنے چچا عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتی ہیں کہ وہ اسلام لانے کے کافی دنوں کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کمزوری کی وجہ سے ان کا حال متغیر ہوگیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: تم نے اپنے کو تکلیف میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہمیشہ روزہ رکھتا ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان المبارک کے علاوہ ہر مہینے میں ایک روزہ رکھا کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ: دو روزے رکھ لیا کرو، عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین روزے رکھ لیا کرو، انہوں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”صُمْ مِنَ الْحُرُمِ و اتْرُکْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ و اتْرُکْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ و اتْرُکْ“ یعنی اشہرِ حُرُم میں ناغہ کرکر کے روزے رکھو، اور آپ نے اپنی تین انگلیوں کو ملایا اور چھوڑ دیا۔ تین انگلیوں کو ملا کر چھوڑنے کا مطلب یہی تھا کہ تین روزے لگاتار رکھ کر ایک دو دن یا تین دن ناغہ کر دو۔ (ابوداؤد شریف ۱/۳۳۰ حدیث ۲۴۲۸، باب فی صوم اشہر الحرم۔ بذل المجہود ۱۱/۲۸۷، ۲۹۰)

اسی طرح عثمان بن حکیمؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے رجب کے روزے کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے رہتے یہاں تک کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے، اور افطار کرتے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔ (ابوداؤد شریف ۱/۳۳۰)

مطلب یہ ہے کہ ماہِ رجب کا روزہ دوسرے نفلی روزوں کی طرح ہے، کہ نفلی روزوں کے لیے کوئی زمانہ متعین نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہِ رجب میں کوئی لگا بندھا معمول نہیں تھا، روزہ بھی رکھتے اور افطار بھی فرماتے۔ (بذل المجہود ۱۱/۲۹۳، ۲۹۴)

علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں: ”وَاَمَّا الصِّیَامُ فَلَمْ یَصِحَّ فِی فَضْلِ صومِ رَجَبَ بِخُصُوْصِہٖ شیئٌ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا عَنْ اصحابِہٖ“۔ اور بہر حال روزہ، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیز آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خصوصیت کے ساتھ رجب کے روزے کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت صحیح سند سے ثابت نہیں۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ

یہ مہینہ دوسرے ایام کی طرح ہے، اشہر حرم میں سے ہونے کے علاوہ کوئی مخصوص فضیلت نہیں، واللہ اعلم۔

(لطائف المعارف ۱/۱۳۰، نیل الاوطار باب ماجاء فی صوم شعبان والاشہر الحرم ۴/۳۳۱، فتاویٰ محمودیہ ۳/۲۸۱ ڈابھیل)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں کچھ لوگ ماہِ رجب میں روزہ رکھنے لگے، آپؓ کو غالباً احساس ہوا ہوگا کہ یہ لوگ باعث فضیلت سمجھ کر خاص اہتمام کرکے روزہ رکھ رہے ہیں، چناں چہ آپ فوراً نکل کھڑے ہوئے، اور ایک ایک شخص کے پاس جاکر زبردستی فرماتے کہ تم میرے سامنے کھانا کھاؤ، اور اس بات کا ثبوت دو کہ تمہارا روزہ نہیں ہے، آپؓ نے یہ کام اس لیے کیا تاکہ ان دنوں میں روزے کی کوئی خصوصیت ذہن میں نہ بیٹھ جائے، اور بدعت راہ نہ پکڑ لے، اور دین میں اپنی طرف سے زیادتی لازم نہ آئے۔ (نیل الاوطار باب ماجاء فی صوم شعبان والاشہر الحرم ۴/۳۳۱، لطائف المعارف ۱/۱۳۰)

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رجب کے مہینے میں یا اس کی کسی خاص تاریخ میں نوافل اور روزے کا زیادہ اہتمام کرے، اس کو زیادہ باعث فضیلت، سنت، اور زیادہ اجر وثواب کا موجب سمجھے، تو یہ دین میں زیادتی اور بدعت ہے، اور اگر کوئی شخص عام دنوں کی طرح اس میں بھی عبادت کرنا چاہتا ہے، اور روزہ رکھنا چاہتا ہے تو درست اور باعث اجر وثواب ہے۔

رجب کے کونڈے

رجب کے مہینے میں ایک رسم کونڈوں کی ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ بائیس رجب کو پوڑے (جن کو گلگلُے بھی کہتے ہیں، اور جو آٹے میں کچی شکر ملاکر تیل میں پکائے جاتے ہیں) اور میٹھی ونمکی پوریاں بناکر ان پر فاتحہ دلواکر برائے ایصالِ ثواب تقسیم کرتے ہیں، اور چوں کہ آٹا تغاری (جس کو کونڈا بھی کہتے ہیں) میں گوندھتے تھے، نیز تغاری میں ہی پکاتے تھے اس لیے اس کا نام ”کونڈے“ رکھا گیا، اور اس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ رسم دراصل دشمنانِ صحابہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کے لیے ایجاد کی ہے؛ کیوں کہ ۲۲/رجب ۶۰ھ بروز جمعرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۱/۳۹۳)

۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں، اس تاریخ میں نہ ان کی ولادت ہوئی نہ وفات، آپ کی ولادت ۸/رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی، اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان، ترجمہ جعفر الصادق، وفیات المشاہیر والاعلام ص:۸۲۹، ۸۳۳)

جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیرینی علانیہ تقسیم نہیں کی جاتی تھی، بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن خاموشی کے ساتھ اس رسم کو انجام دیتے تھے، جب اس کا پردہ فاش ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے اس مذکورہ تاریخ میں خود اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، العیاذ باللہ، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہرگز اس رسم کو انجام نہ دیں، بلکہ دوسروں کو اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ (فتاوی محمودیہ ۳/۲۸۱ ڈابھیل، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۸)

خلاصہ یہ کہ رجب کا مہینہ رمضان المبارک کا مقدمہ ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین مہینے پہلے سے دعا فرمارہے ہیں، اور گویا لوگوں کو توجہ دلا رہے ہیں کہ ابھی سے رمضان کے بابرکت مہینے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلو، اور اپنا نظام الاوقات ایسا بنانے کی فکر کرو کہ جب وہ مبارک مہینہ آئے تو اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف ہو، اور روزے کا مقصد یعنی تقویٰ حاصل ہو، اللہ تعالیٰ پوری امت کو اپنے فضل سے اس کی فہم عطا فرمائے، اور سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

شہر بنگلور میں ”صفہ کتب خانہ“

کا شاندار افتتاح

تمام ہی درسی وغیر درسی، اصلاحی ودینی، علمی ومعلوماتی کتابوں کا مرکز بالخصوص:

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

کی جملہ تصنیفات رعایتی قیمت پر حاصل کریں۔

”فتاویٰ قاسمیہ“ 26/ جلدیں، ”کتاب النوازل“ 19/ جلدیں

مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔

نوٹ:- ہمارے یہاں آرڈر پر کتابیں بھیجی جاتی ہیں، ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔

رابطہ:- 07846833321-08095953900

موسمِ گرما؛ اور پانی پلانے کی فضیلت

مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی وادی مصطفیٰ شاہین نگر، حیدرآباد

موسمِ گرما کی آمد آمد ہے، ایسے میں انسان کو پیاس شدت سے لگتی ہے، اس موقع سے بلا لحاظِ مذہب وملت کے بہت ساری ہمدرد، بہی خواہ، رفاہی اور عوامی خدمات پر ایقان رکھنے والے، مخلوقِ خدا کی خدمت کے شوقین وشیدا مختلف مقامات اور بازاروں، چوراہوں اور گلی نکڑوں پر پانی پلانے کا نظم کرتے ہیں، آبدارخانے قائم کرتے ہیں، اس عمل کے تعلق سے ہمت افزائی کی جانی چاہیے، اور لوگوں کو اس کی ترغیب دی جانی چاہیے، اور یہ عمل نہایت ثواب اور فضیلت کا حامل ہے پھر کیوں کر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ترغیب نہ دیتے؟ اسلام جیسا انسانیت کا بہی خواہ، اور انسانیت کا پاسدار مذہب اس کی تعلیمات سے کیسے پہلو تہی کرتا؟ چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس کی اہمیت وافادیت پر زور دیا گیا ہے، یہ عمل اس کے بظاہر نہایت معمولی ہونے کے باوجود نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ میں نے شہر حیدرآباد میں دیکھا ہے بعض غیر مسلم تنظیموں کی طرف سے بھی بڑے پیمانے پر موسم گرما میں پانی پلانے کا نظم بڑے تزک واہتمام سے ہوتا ہے۔ ہم تو اس نبی کی امتی ہیں جن کا ایقان یہ ہے کہ اللہ کے راہ میں خرچ کرنا دراصل یہ اللہ کے خزانے میں اپنے لئے بطورِ ذخیرۂ آخرت کے اکٹھا کرنا ہے۔ شہر کی مسلم گلیوں میں گرما کے موسم سے پانی کے لئے لوگ ترس جاتے ہیں، ایسے میں جب کہ بورویل وغیرہ بھی سوکھ جاتے ہیں، اس طرح کی مسلم اور غریبوں سے معمور بستیوں میں بھی پانی کی ٹینکروں کے ذریعے آب رسانی کی خدمت میں شامل ہونا اور اپنے اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے پانی کا نظم کرنا یہ مرحومین کے لئے ثواب جاریہ کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ یہ تو انسان ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں جانوروں تک کے لئے پانی کے نظم کرنے پر اجر وثواب اور جنت کی بشارتیں سنائی گئیں ہیں۔

پانی پلانا؛ ثوابِ جاریہ

پانی پلانے کو احادیث نبویہ میں صدقۂ جاریہ فرمایا گیا ہے، جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی انسان

کو ملتا رہتا ہے، کنویں، بورپل، ٹانکی وغیرہ کی شکل میں غریبوں اور ناداروں کے لئے پانی کا نظم کرنا یہ مرحومین کے ایصال ثواب اور ان کے لئے اجرِ آخرت اور صدقہ جاریہ ہوسکتا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول: میری والدہ وفات پاگئی ہیں اور ان کی طرف سے کونسا صدقہ افضل رہے گا؟ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کا صدقہ، چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوا کر وقف کردیا اور کہا یہ سعد کی والدہ کے ثواب کے لئے ہے " فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ : هٰذِهٖ لِأُمِّ سَعْدٍ" (سنن أبي داؤد / باب في فضل سقي الماء، حديث:١٦٨٣)

پانی پلانا بہترین صدقہ ہے

پانی پلانے اور پیاسوں کی سیرابی کا عمل یہ ایک نہایت بہترین صدقہ ہے، جس کی احادیث میں ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین صدقہ پانی پلانا ہے، کیا تم نے جہنمیوں کے اس قول کو نہیں سنا جب انہوں نے اہل جنت سے مدد چاہی اور ان لوگوں نے کہا: ''أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ'' ہم پر تھوڑا سا پانی بہادو، یا کچھ اس چیز میں سے دو جو تمہیں اللہ نے رزق دیا ہے۔ (مسند ابی یعلی، مسند ابن عباس، حدیث:۲۶۷۳)

اور ایک روایت میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے سعد! کیا میں تمہیں ایسا ہلکا صدقہ جس میں بوجھ بالکل کم ہو نہ بتاؤں؟ فرمایا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا: ''سقی الماء'' پانی پلانا، چنانچہ حضرت سعد نے پانی پلایا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث:۵۲۴۷)

پانی پلانا: مغفرت و بخشش کا باعث

پانی پلانے کا عمل نہایت معمولی ہونے کے باوجود، ثواب اور اجر آخرت اور رضائے خداوندی اور خوشنودی رب کا نہایت بڑا ذریعہ، روزِ آخرت بخشش اور مغفرت کا باعث ہوتا ہے، صرف اسی عمل کی وجہ سے انسان جہنم سے خلاصی حاصل کر کے جنت کا مستحق ہوسکتا ہے، اسی کو حدیث میں یوں فرمایا گیا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

ایک آدمی چل رہا تھا، اسی دوران میں اسے پیاس لگی وہ ایک کنویں میں اترا اوراس سے پانی پیا، کنویں سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے کہا کہ اس کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسی مجھے لگی تھی، چنانچہ اس نے اپنا موزہ پانی سے بھرا پھر اس کو منہ سے پکڑا پھر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ نے اس کی نیکی قبول کی، اوراس کو بخش دیا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چوپائے میں بھی ہمارے لئے اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر تر جگر والے یعنی جاندار میں ثواب ہے:" **فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ**". (بخاري: باب فضل سقي الماء: حديث: ٢٢٣٤)

دنیا کے پانی کے بدلے جنت کی شراب

دنیا میں پانی پلانے اورانسانوں اور جانوروں وغیرہ کا سیراب اوران کی تشنگی کا سامان کرنے کا اجر وثواب اس قدر ہے کہ اس پانی پلانے کے عوض اللہ عزوجل روز قیامت اور یومِ آخرت اس شخص کواس پانی کے بدلے جنت کی شراب مرحمت فرمائیں گے چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

حضرت ابوسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی ننگے کو کپڑا پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا ہرا لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالی اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جو مسلمان کسی پیاسے کو پانی پلائے تو اس کو اللہ تعالی جنت کی شراب پلائے گا۔" **وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقَىٰ مُسْلِمًا عَلىٰ ظَمَأٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ**". (سنن أبي داؤد / باب في فضل سقي الماء، حديث: ١٦٨٤)

جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والا عمل

انسانوں کی تشنگی کا سامان کرنا اوران کو پانی پلانا اور شدت پیاس میں ان کو سیراب کرنا یہ ایسا عمل ہے جس کو جنت سے قربت اور جہنم سے دوری کا باعث بتلایا گیا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا: مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے جو مجھے اللہ عزوجل کی اطاعت سے قریب اور جہنم سے دور کردے، فرمایا: کیا تم ان دونوں پر عمل کروگے؟ تو اس نے کہا: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصاف کی بات کہو اور زائد کو دوسروں کو مرحمت کردو، فرمایا:

اللہ کی قسم! میں نہ تو انصاف کی بات کرسکتا ہوں اور نہ زائد چیز کسی کو دے سکتا ہوں، فرمایا: کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، اس نے کہا: یہ بھی مشکل ہے، فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں، اس نے کہا: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ایک اونٹنی اور ایک مشکیزہ لو، پھر ان لوگوں کے گھر جاؤ انہیں پانی پلاؤ، شاید کہ تمہاری اونٹنی ہلاک ہو اور تمہارا مشکیزہ پھٹ جائے اس سے پہلے تمہارے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ: وہ دیہاتی تکبیر کہتا ہوا چلا، کہتے ہیں: اس کے مشکیزہ کے پھٹنے اور اور اس کی اونٹنی کے ہلاک ہونے سے پہلے وہ شہادت کی موت مرا۔ " **فَمَا انْخَرَقَ سِقَاءُہٗ وَلَا هَلَكَ بَعِيْرُہٗ حَتّٰى قُتِلَ شَهِيْدًا**". (السنن الکبری للبیهقی / باب ما ورد فی سقی الماء، حدیث: ۷۵۹۸)

جانوروں کو سیراب کا بھی ثواب کا باعث

اتنا ہی نہیں انسانی کی تشنگی کا سامان کرنے پر ہی انسان کو ثواب ملتا ہے؛ بلکہ کسی پیاسے اور سسکتے بلکتے اور پیاس کی شدت سے تڑپتے ہوئے جانور کے لئے پانی پلانے اور اور اس کی سیرابی کا سامان کرنے پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت میں سراقہ بن مالک بن جعشم سے مروی ہے:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں حاضر خدمت ہوا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات پوچھنا شروع کر دیئے، حتی کہ میرے پاس سوالات ختم ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اور یاد کرلو، ان سوالات میں سے ایک سوال میں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ بھٹکے ہوئے اونٹ جو میرے حوض پر آئیں تو کیا مجھے ان کو پانی پلانے پر اجر و ثواب ملے گا؟ جبکہ میں نے وہ پانی اپنے اونٹوں کے لئے بھرا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ہر تر جگر رکھنے والے میں اجر و ثواب ہے۔"**نَعَمْ فِيْ الْكَبِدِ الْحِرَاءِ أَجْرٌ**". (مسند احمد، حدیث سراقۃ بن جعشم، حدیث: ۱۷۶۲۴)

الغرض یہ کہ پیاسوں کو پانی پلانا، تشنہ لبوں کی سیراب کا سامان کرنا، انسان کی پانی کی ضروریات کی تکمیل یہ نہایت اجر و ثواب اور بلندی درجات کا باعث ہے، نہ صرف انسانوں کو پانی پلانا یہ اجر و ثواب آخرت اور رضائے خداوندی اور دخول جنت کا ذریعہ ہے؛ بلکہ پیاسے جانوروں کے لئے پانی کا نظم کرنا یہ بھی ثواب اور اجر آخرت کا باعث ہے۔

نابیناؤں کی خدمات: ماضی اور حال

بریل رسم الخط کا تعارف

مولانا محمد عثمان صاحب قاسمی خادم مدرسہ امدادیہ، میل وشارم تمل ناڈو

احقر مرتب کا جنوری ۲۰۱۶ء کے اواخر میں تمل ناڈو کے معروف شہر میل وشارم میں جانے کا اتفاق ہوا، یہ شہر مختلف خصوصیات کی وجہ سے ممتاز حیثیت کا حامل ہے، یہاں مسلمانوں میں اسلامی تہذیب کے اثرات نمایاں ہیں، مسجدیں خوب آباد ہیں، خواتین میں پردے کا خاصا اہتمام ہے، بہت سے دینی وعصری اِدارے بھی اس شہر کی پہچان ہیں، وہیں ایک بظاہر چھوٹا سا اِدارہ ''مدرسہ امدادیہ'' کے نام سے قائم ہے، جس کے روحِ رواں فاضل نوجوان جناب مولانا محمد عثمان صاحب میل وشارمی زیدمجدہم ہیں۔ اِس اِدارے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں دینیات کی تعلیم کے ساتھ نابینا بچوں کی تعلیم وتربیت کا معقول نظم ہے، اور کمال یہ ہے کہ نابیناؤں کی خاص تحریری زبان ''بریل رسم الخط'' میں اُنہیں پڑھایا جارہا ہے، اور نہ صرف قرآنِ کریم؛ بلکہ درسِ نظامی کی سبھی بنیادی کتابوں کو بریل رسم الخط میں منتقل کرنے کا اِرادہ کرلیا گیا ہے، اور کچھ کام شروع بھی ہوگیا ہے۔ بلاشبہ یہ بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی قدم قدم پر مدد فرمائیں، اور منصوبہ کو بآسانی مکمل فرمائیں۔ اِسی مناسبت سے مولانا موصوف کا درج ذیل مضمون قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

اللہ تعالیٰ نے اِس اُمتِ محمدیہ کو بہت سارے اِنعامات عطا فرمائے ہیں، جن میں سب سے بڑا انعام قرآن مجید'' ہے، اس کلام مبین نے دنیا میں وہ حیرت انگیز انقلاب برپا کیا کہ کیا عربی کیا عجمی، کیا شہری کیا دیہاتی، کیا مال دار کیا فقیر، کیا مرد کیا عورت، کیا بینا اور کیا نابینا تمام ہی نوعِ انسانی نے اس سے بے مثال رہنمائی حاصل کی، جس طرح اس کے ذریعہ اہل عرب ہدایت یافتہ بنے اسی طرح عجمی بھی راہبر بنے جس طرح بینا لوگوں نے اس سے استفادہ کیا نابینا لوگوں نے بھی اس کے ظاہری وباطنی کمالات سے استفادہ کیا اور دنیائے اسلام میں نابینا حضرات نے بھی وہ علمی، عملی، طبی اور ثقافتی کارنامہ انجام دیا ہے جس سے دنیا حیرت زدہ ہے اور سیرت نگاروتاریخ داں حضرات نے جہاں بینا لوگوں کی تاریخ اور کارنامے قلمبند کئے وہیں نابینا حضرات کے علمی وعملی کارناموں کو بھی اجاگر کیا ہے۔

چند نابینا علماء کا تذکرہ

ہم نمونہ کے طور پر چند مشہور نابینا علماء وخدام دین کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) علمی میدان میں نابینا حضرات کے سلسلہ کی پہلی سنہری کڑی نبی آخر الزماں کی تربیت یافتہ شخصیت صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کی ذاتِ گرامی ہے جن کی علم طلبی اور معرفتِ خداوندی اور تعلیم اسلام وایمان کے جذبہ کو خود ذاتِ باری عز اسمہ نے ''سورۂ عبس'' کی ابتدائی دس آیتوں میں بیان فرمایا اور وہ بھی نرالی شان کے ساتھ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غیر مسلم رؤساء حاضر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دعوتی گفتگو فرمارہے تھے، کہ یہ نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ طلب علم کی جستجو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے اور فرمایا: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰهُ'' اور بار بار فرمانے لگے تو چہرۂ نبوت پر کچھ گرانی کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ بھی دعوتی تقاضے کی بنیاد پر کہ اگر یہ رؤساء اسلام قبول کرلیں تو اسلام کے پھلنے پھولنے کا موقع ہوجائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس بات پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرمایا، اور سورۂ عبس کی دس آیتیں نازل فرمائیں: ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰی. اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی. وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی﴾ ''ناراض ہوگئے اور منہ پھیرلیا کہ آپ کے پاس ایک نابینا آگیا'' اس کے بعد خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا بہت اکرام کرتے تھے۔

ان کا پورا نام عبداللہ بن شریح الفہری تھا یہ بنی عامر نامی خاندان کے آدمی تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے قادسیہ میں دیکھا ان پر زرہ تھی اور ان کے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا تھا اور اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں جاتے تو اُنہیں صحابی کو امامت کی خدمت سونپتے تھے۔

(۲) اسی طرح صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر تابعی اور بڑے پایہ کے مفسر تھے۔ حضرت سعید بن المسیب کے شاگرد ہیں، ان کا قول ہے کہ میں نے کسی محدث سے حدیث دوبارہ سنانے کی فرمائش نہیں کی اور جو بات میرے کان میں ایک دفعہ پڑگئی حافظہ میں محفوظ ہوگئی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی نسبت فرمایا ہے کہ قتادہ تفسیر اور اختلافی مسائل کے سب سے زیادہ عالم ہیں، آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نابینا ہونے کے باوجود بصرہ کے بلند و پست حصوں میں بے تکلف بغیر رہبر کے پھرتے تھے۔

(۳) شاعر مشہور بشار ابو معاذ کنیت تھی۔ بہت مشہور شاعر تھے، ۱۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(۴) زبیر بصری: فقہ شافعی کے حافظ تھے ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔

(۵) ابو معاویہ: محمد نام کوفہ وطن ۱۱۳ میں پیدا ہوئے امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ اوران کے ہم طبقہ علماء سے علم حدیث حاصل کیا۔

(۶) محمد ابن منہال محدث: بہت پایہ کے محدث تھے بصرہ کے تھے امام بخاری ومسلم وابو داؤد و ابو یعلیٰ وغیرہ ان کے شاگردوں میں ہیں، شعبان ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

(۷) ابو العلا المصری: عرب کے قبیلۂ قضاء سے تعلق رکھتے تھے۔ علامۂ عصر اور فنون وادب کے عالی رتبہ کامل تھے۔ ابو القاسم تنوخی اور خطیب تبریزی جیسے ادیب علامہ ان کے شاگرد تھے۔ فہرستِ تصانیف پر نظر ڈالیے تو قوتِ کمال پر حیرت ہوتی ہے۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ ان کی بہت سی تصانیف مشہور ہیں۔

(۸) امام شاطبی: ابو محمد کنیت، قاسم نام، شاطبہ کے باشندے تھے جو مشرقی اندلس کا ایک بڑا مردم خیز شہر تھا، ۵۳۸ھ میں پیدا ہوئے، فن قرأت کے مشہور امام ہیں۔ علاوہ قرأت کے تفسیر وحدیث کے زبردست عالم اور فن نحو اور لغت میں بے نظیر تھے۔ علم تعبیر سے بھی واقف تھے۔ فن قرأت قاری ابو عبداللہ اور ابو الحسن اندلسی سے اور علم حدیث ابن سعادہ خزرجی وحافظ ابن النعمہ وغیرہ سے حاصل کیا صحیح بخاری و مسلم ومؤطا پر ایسا کامل عبور تھا کہ جب طلبہ پڑھتے تو یہ اپنے حافظے سے ان کے نسخوں کی صحت کراتے، یہ وہی علامہ شاطبی ہیں جن کی کتاب قرأت سبعہ وعشرہ میں شاطبیہ کے نام سے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور تمام قراء آپ کی کتاب ہی سے استفادہ کرتے آرہے ہیں۔

الغرض یہ چند نمونے نابینا علماء کے ماضی کے پیش کئے گئے اور بھی تاریخ کی کتابیں مثلاً ابن خلکان وغیرہ میں نابینا علماء کی تاریخ بھری پڑی ہے جنہوں نے حدیث، فقہ، قرأت، طب، نحو اور صرف میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ الحمدللہ ہمارے ملک ہندوستان کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کے بھی کئی فضلاء نابینا گذرے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کا کام لیا ہے۔

ان میں ایک ذات حضرت مولانا حکیم عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ حکیم نابینا ہیں۔ جو مشرقی یوپی ضلع غازی پور کے قصبہ یوسف پور کے رہنے والے تھے۔ دس سال کی عمر میں قرآن شریف

حفظ کیا، ابتدائی تعلیم وطن میں پائی ۱۳۰۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی اور مرشد کی صحبت میں رہ کر باطنی کمال حاصل کیا، بہترین نباض تھے علم النبض پر ان کی ایک معرکہ آراء تصنیف ''اسرار شریانیہ'' ہے۔ ۱۳۶۰ھ میں دہلی میں وفات پائی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ دہلی سے گنگوہ لے جایا گیا اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ان کو دفن کیا گیا۔

اور فی الحال دیوبند شہر کی ایک شخصیت حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا حافظ محمد طیب صاحب دامت برکاتہم (مالک کتب خانہ نعمانیہ) بھی نابینا ہیں، دارالعلوم کے فاضل اور بزرگوں کے بہت چہیتے ہیں۔

عالم عرب کے دو مشہور نابینا علماء

ان کے علاوہ قریبی زمانہ میں عالم عرب کی دو مشہور شخصیات جو پورے سعودی عرب کے مفتی اعظم رہی ہیں، یہ دونوں بھی نابینا ہیں۔

(۱) ان میں پہلی شخصیت شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، یہ ریاض شہر میں ۲۱ر نومبر ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ تین سال کے تھے ان کے والد کا انتقال ہوگیا پھر ۱۳ر سال کی عمر میں کپڑے کی تجارت شروع کی تھی ۱۶ر سال کی عمر میں آنکھوں میں انفیکشن کی وجہ سے کمزوری شروع ہوئی ۲۰ر سال میں مکمل طور پر نابینا ہوگئے۔ اس کے بعد تجارت چھوڑ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے بہترین خدمات کی وجہ سے ۱۹۸۱ء میں شاہ فیصل بین الاقوامی انعام سے نوازا گیا۔ ۱۹۹۲ء میں سعودی عرب سینئر علماء کونسل کے سربراہ اور پورے سعودی کے مفتی اعظم مقرر کئے گئے تھے۔ ۱۹۹۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲) دوسرے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف آل الشیخ ۳۰ر نومبر ۱۹۴۳ء میں سعودی عرب کے مشہور شہر ریاض میں پیدا ہوئے آنکھوں میں پیدائشی کمزوری کی وجہ سے ۱۹۶۰ء میں مکمل طور پر نابینا ہوگئے۔ ۱۹۵۴ء سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور اس کے بعد مختلف تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے ۱۹۹۹ء میں پورے سعودی عرب کے مفتی اعظم نامزد کئے گئے تا حال خدمت میں مصروف ہیں الحمدللہ۔

یہ تمام نابینا حضرات اوران کے علمی وعملی کارنامے آپ کے سامنے ہیں اور تاریخ میں اس سے زیادہ ہیں۔

بریل رسم الخط کا تعارف

مگر تاریخ کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جسے بریل کہتے ہیں یہ ایک طرز تحریر ہے، ابھرے ہوئے نقطوں کے ذریعہ صفحات پر مختلف زاویوں سے نقطے (Dots) رہیں گے جن کو اپنے انگلیوں سے چھوکر نابینا بہت آسانی سے پڑھتے ہیں اوراس کو بریل (Barille) کہتے ہیں۔

اس کے موجد ''لوئی بریل'' ۴؍جنوری ۱۸۰۹ء کو فرانس کے ایک مضافاتی قصبے ''کوور سے'' میں پیدا ہوئے۔ ۴؍سال کی عمر میں ان کی بینائی کھیلتے ہوئے لوہے کے اوزار لگنے سے چلی گئی ۱۸۱۹ء میں پیرس کے ایک نابینا اسکول میں داخلہ کرایا گیا، مگر تعلیم کا کوئی خاص انظام نہیں تھا اس لئے لوئی بریل ہمیشہ اسکے رسم الخط کے بارے میں فکر میں رہتے تھے، آخر کار ۱۸۲۴ء میں ۱۵؍سال کی عمر میں چھ نقطوں کو مختلف شکل دے کر مختلف ترتیب بنا کر ایک نئے رسم الخط کی بنیاد ڈالی جو آج تمام دنیا میں تمام زبانوں کی کتابوں کو پڑھنے کا طریقہ رائج ہے۔ (مگر ایک حقیقت بتا تا چلوں کہ تاریخ میں ایسے کچھ اشارات ملتے ہیں کہ ان نقطوں کو اب سے چھ سو سال پہلے ایجاد کرنے والے علی ابن احمد ابن خضر العمیدی ہیں جو مصر کے رہنے والے ہیں یعنی اس کا سہرا بھی مسلمان پر جاتا ہے۔ اسکے بعد پیرس ہی کیپٹن چارلس باربیر نے فوجی مقاصد کی پیغام رسانی کے لئے بارہ نقطوں میں رسم الخط ایجاد کیا) مگر لوئی بریل نے صرف چھ نقطوں میں رسم الخط کی بنیاد ڈال کر تمام دنیا کے نابیناؤں پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ ان کی وفات ۳؍جنوری ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔

اس کے بعد تمام دنیا کے اسکول وکالج میں نابیناؤں کے لئے اسی بریل سے تعلیم ہوتی چلی آرہی ہے اور کچھ اسلامی ملکوں نے بھی قرآن مجید اس طریقے پر شائع کیا ہے اور تعلیم ہورہی ہے۔

مولانا حسن مرچی حفظہ اللہ

مگر سب سے پہلے اس کو عالم اسلام میں خصوصاً برصغیر ہندوپاک میں تحریک کی شکل دینے والی شخصیت وہ ساؤتھ افریقہ سے تعلق رکھنے والی حضرت مولانا حسن مرچی صاحب دامت برکاتہم ہیں۔

حضرت نے ہندوستان ہی میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد ساؤتھ آفریقہ کے شہر کیڈارا میں ”مدرسہ النور للمکفوفین“ نام کا ایک مدرسہ خاص نابیناؤں کے لئے قائم کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اسکو ایک تحریک کی شکل دی، اس لئے کہ یہ بریل سسٹم عیسائی دنیا میں ایجاد ہوئی اور عیسائی مشنریاں اس کو لیکر جہاں عیسائی نابیناؤں پر محنت کررہی ہیں وہیں ہمارے بھولے بھالے مسلمان نابیناؤں پر زبردست محنت کررہے ہیں اور تعلیم کے نام پر آج تک سینکڑوں نابینا اسلام سے دور ہوچکے ہیں اور مرتد ہوچکے ہیں۔اور آج سے تقریباً دس سال پہلے پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی، مذہبی کسی بھی قسم کی کوئی کتاب یا ایک ورق ہی سہی اس بریل سسٹم پر موجود نہ تھی اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حسن مرچی صاحب دامت برکاتہم کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ وہ ساؤتھ آفریقہ سے بار بار ہندوستان اسی فکر کو لیکر آئے کہ کوئی اس کام کو لے کر کھڑا ہو اللہ تعالیٰ نے شخصی طور پر مولانا محمد مزمل صاحب ندوی جلگاؤں کو اس کے لئے منتخب فرمایا اور ادارے کے طور پر ادارۂ دینیات ممبئی کو انتخاب فرمایا۔ادارۂ دینیات نے سب سے پہلے مسلمان نابیناؤں کے لئے نورانی قاعدہ اور دینیات اسی رسم الخط میں شائع کیا اور اس کو ایک تحریک کی شکل دی الحمدللہ آج پورے ہندوستان میں کشمیر، کلکتہ، احمد آباد، ممبئی، جلگاؤں، لاتور، بنگلور، حیدرآباد، پونہ میں نابیناؤں کے لئے مکاتب قائم ہیں۔

مدرسہ امدادیہ میل وشارم ایک نظر میں

اور اللہ تعالیٰ ہی کا فضل وانعام ہے کہ ۲۰۱۱ء میں مدرسہ امدادیہ میل وشارم تملناڈو کا ایک وفد ممبئی ادارۂ دینیات میں مکاتب کے تربیتی پروگرام میں شریک ہوا، تو وہاں نابیناؤں کی تعلیم کا نظام دیکھا۔واپس آکر مدرسہ امدادیہ کی ایک شاخ عبداللہ بن ام مکتومؓ کے نام سے قائم کی گئی، الحمدللہ ان چار پانچ سالوں میں اللہ تعالیٰ نے اس مدرسہ سے بھی پورے تمل ناڈو میں نابیناؤں کی تعلیم کا کام لے رہا ہے، اب تک تقریباً ۷۰/نابینا افراد تمل ناڈو، گجرات، یوپی، بہار، آندھرا اور کرناٹک وغیرہ کے یہاں سے قرآنی تعلیم حاصل کرچکے ہیں، مگر اب الحمدللہ یہ ایک مکمل مدرسہ کی شکل اختیار کرچکا ہے، جہاں مستقل قیام وطعام کے ساتھ نابینا طلباء کے لئے ناظرۂ قرآن مجید، حفظ قرآن مجید اور الحمدللہ ثم الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کے درسِ نظامی پر چھ سالہ شعبۂ عالمیت کا بھی باقاعدہ انتظام ہوگیا ہے اور اللہ ہی کا فضل واحسان ہے اور پہلے پہل ہندوستانی سطح پر کہ درس نظامی کی کتابوں کو ان بریل سسٹم میں پرنٹ کرنے (print) کا مدرسہ نے بیڑا

اٹھایا ہے اور سب سے پہلے آسان نحو جلد اول مصنفہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کی کتاب مکمل ہوکر منظر عام پر آچکی ہے۔اور نابینا طلباء مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسکول کی تعلیم بھی دینی ماحول میں حاصل کررہے ہیں جہاں دینی تعلیم اور تربیت کا معقول بندوبست ہے وہیں عصری تعلیم اسکول کالج کا بھی معقول انتظام ہے اس کے علاوہ طلباء کو کھیل کود، چلنے پھرنے ،کمپیوٹر اور (Reflexology) نامی طریقۂ علاج یعنی پیروں میں رگوں کو پریشر دے کر علاج کا طریقہ بھی سکھایا جاتا ہے ۔(مدرسہ طلباء کے قیام و طعام ،لباس، وظیفہ، آمدو رفت کا مکمل طور پر کفالت کرتا ہے)۔ www.mimvs.com میں اس کی تفصیلات موجود ہے۔

آخری بات

آخری بات یہ ہے کہ ۱۵/اکتوبر کو پورے عالم میں ’’نابیناؤں کا دن‘‘ کے نام سے منایا جاتا ہے تاکہ نابینا حضرات اس تعلیمی نظام سے جڑیں ایک ہندوستانی اخبار کے حساب سے پورے ہندوستان میں ایک کروڑ دس لاکھ نابینا ہیں۔ہماری مسلم برادری کو چاہیئے کہ اپنے قرب و جوار کے مسلمان نابیناؤں کی تعلیم کی فکر کریں اوران کو راستوں میں ریلوں میں بھٹکتے، مانگتے، پھرتے چھوڑنے کے بجائے دینی تعلیم اور دنیاوی تعلیم میں لگانے کی فکر کریں۔اس کا کیا بدلہ ہم بیناؤں کو ملے گا۔

اس پر اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَادَ أَعْمیٰ أَرْبَعِیْنَ خُطْوَةً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (کنز العمال رقم: ۴۳۰۴۹)

جس شخص نے نابینا (اندھے) کی چالیس قدم تک رہبری کی تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

اور ایک روایت ہے: مَنْ قَادَ أَعْمیٰ أَرْبَعِیْنَ خُطْوَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. (الطبرانی فی الکبیر :۱۳۱۴۱) تو اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ایک روایت میں ہے:

مَنْ قَادَ أَعْمیٰ حَتّٰی یَبْلُغَهُ مَا مِنْهُ غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالیٰ لَهُ أَرْبَعِیْنَ كَبِیْرَةً وَأَرْبَعُ كَبَائِرَ تُوْجِبُ النَّارَ. (الطبرانی فی الکبیر: ۱۲۷۶۷)

جس شخص نے نابینا (اندھے) کی محفوظ جگہ تک رہبری کی تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس بڑے گناہ معاف کردیتے ہیں اور چار ایسے بڑے گناہ بھی معاف کردیتے ہیں جو جہنم واجب کرنے والے ہوتے ہیں۔ □□□

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصور پوری

تعلیقِ طلاق کے مسائل

جب جب تجھے بچہ پیدا ہوگا تجھے طلاق

اگر بیوی سے کہا کہ جب جب تجھے بچہ پیدا ہوگا تو تجھے طلاق، تو ہر بچہ کی پیدائش پر ایک طلاق واقع ہوتی رہے گی، جب کہ اس نے ہر بچہ کی پیدائش کے بعد قولاً یا فعلاً رجعت کرلی ہو۔

وفي كلها ولدت فأنت طالق فولدت ثلاثة بطون تقع الثلاث، والولد الثاني رجعة في الطلاق الأول وتطلق به ثانياً كالولد الثالث فإنه رجعة، في الثاني وطلق به ثالثاً، عملاً بكلها. (الدر المختار مع الشامي ۳۷/۵ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۱۴۷/۵ رقم: ۷۵۰۳ زكريا)

اگر میری بیوی چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو اسے طلاق

بیوی سے کہا کہ ''اگر تو چاند سے زیادہ خوب صورت نہ ہو'' تو تجھے طلاق، تو اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں پڑے گی؛ اس لئے کہ خود قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کو احسن تقویم سے تعبیر کیا ہے، یعنی انسان کو اللہ نے تمام مخلوقات میں سب سے خوب صورت بنایا ہے۔

عن يحيىٰ بن أكثم القاضي أنه فسر التقويم لحسن الصورة، فإنه حكى أن ملك زمانه خلا بزوجته في ليلة، فقال: إن لم تكوني أحسن من القمر فأنت كذا، فأفتى الكل بالحنث إلا يحيىٰ بن أكثم فإنه قال: لا يحنث، فقيل له: خالفت شيوخك، فقال: الفتوىٰ بالعلم ولقد أفتى من هو أعلم منا وهو الله تعالىٰ، فإنه يقول: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (مفاتيح الغيب ۴۵۹/۸، التفسير الكبير ۱۰/۳۲-۱۱،

مستفاد: فتاویٰ محمودیه ۶۳/۱۳-۶۴ ڈابھیل)

قسم کھائی کہ اگر میں تجھ سے بات کروں تو تجھے طلاق پھر بیوی سے بذریعۂ میسج بات کرلی

قسم کھائی کہ ''اگر میں تجھ سے بات کروں تو تجھے طلاق''، پھر بیوی سے خط وکتابت کرلی، یا موبائل

پر واٹس ایپ وغیرہ کے ذریعہ لکھ کر میسج بھیج کر بات کرلی تو بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ کلام کا اطلاق زبان سے بولنے پر ہوتا ہے، اشارہ اور تحریر سے بات کرنے پر کلام کا تحقق نہیں ہوتا۔

المستفاد: واعلم أن الكلام لا يكون إلا باللسان، فلا يكون بالإشارة ولا بالكتابة، لو حلف لا يحدثه، لا يحنث إلا أن يشافهه، وكذا لا يكلمه يقتصر على المشافهة. (البحر الرائق ٤/٥٥٩، بزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية ٤/٢٨٧، خلاصة الفتاوىٰ ٢/١٤٣، مستفاد: فتاوىٰ محموديه ١٣/٨٨ ڈابھیل)

بیوی کی طلاق کو اُس کے گھر سے نکلنے پر معلق کیا، پھر طلاق دے دی اور بیوی عدت کے بعد گھر سے باہر نکلی؟

بیوی سے کہا کہ اگر میری اجازت کے بغیر تو گھر سے نکلی تو تجھے طلاق، پھر اسے طلاق دے دی اور عدت کے بعد بیوی گھر سے باہر نکلی، بعد ازاں اُسی شوہر نے اس سے دوبارہ نکاح کرلیا، تو اب شوہر کی اجازت کے بغیر اگر گھر سے باہر نکلے گی تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لو حلف لا تخرج امرأته إلا بإذنه، فخرجت بعد الطلاق وانقضاء العدة لم يحنث، وبطلت اليمين بالبينونة، حتى لو تزوجها ثانياً ثم خرجت بلا إذن، لم يحنث.

(شامي ٣/٣٥٤ كراچی، البحر الرائق ٤/٣٤، فتح القدير ٤/١٢٥)

ایک بیوی کی طلاق کو دوسری بیوی کی طلاق پر معلق کرنا

دوسری شادی کرنے کے بعد دوسری بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو میری پہلی بیوی پر طلاق، اس کے بعد دوسری بیوی کو طلاق دے دی، تو پہلی بیوی پر بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. (الفتاوىٰ الهندية ١/٤٢٠، الهداية ٢/٣٨٥، تبيين الحقائق ٢/٣٨٥، مستفاد: فتاوىٰ محموديه ١٣/٦٦ ڈابھیل)

”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق“ تین بار کہنے کا حکم

بیوی سے تین مرتبہ کہا کہ ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق“، تو پہلی مرتبہ گھر میں داخل

ہوتے ہی تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی۔

وفي أيمان الفتح: وقد عرف في الطلاق أنه لو قال: إن دخلت الدار فأنت طالق، إن دخلت الدار فأنت طالق، إن دخلت الدار فأنت طالق، وقع الثلاث يعني بدخولٍ واحدٍ كما تدل عليه عبارة أيمان الفتح. (فتح القدير ٣٤٥/٤، مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ٧٣/١٣ ڈابھیل)

اگر مجھے فلاں عورت سے محبت ہو تو تجھے تین طلاق

کہا کہ ’’اگر مجھے فلاں عورت سے محبت ہو تو تجھے تین طلاق‘‘، تو یہ تعلیق اس عورت سے محبت کی خبر دینے پر محمول ہوگی، اگر شوہر نے جھوٹ بول کر بیوی سے کہہ دیا کہ میں اس عورت سے محبت نہیں کرتا تو اس سے بیوی پر طلاق نہیں ہوگی۔ (اگرچہ شوہر کا یہ دعویٰ جھوٹا ہی کیوں نہ ہو)

ولو قال: أنت طالق ثلاثاً إن كنت أحب ذلک، ثم قال: لست أحبه وهو كاذب فهي امرأته ويسعه في ما بينه وبين اللّٰه تعالیٰ أن يطأها، أن الحكم يدار على الظاهر وهو الإخبار. (شامي ٣٥٩/٣، البحر الرائق ٤٤/٤، النهر الفائق ٣٩٥/٢)

یمین فور کا حکم

بیوی گھر سے نکلنا چاہتی تھی، شوہر نے کہا کہ ’’اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے طلاق‘‘، تو یہ فوراً نکلنے پر محمول ہوگا، پس اگر فوراً نکل گئی تو طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر تھوڑی دیر بعد بیوی گھر سے نکلی تو طلاق نہیں ہوگی۔

وشرط للحنث في قوله إن خرجت فأنت طالق فعله فوراً؛ لأن قصده المنع عن ذلک الفعل عرفاً، ومدار الأيمان عليه وهٰذه تسمى يمين الفور. (الدر المختار مع الشامي ٧٦١/٣ کراچی، البحر الرائق ٥٢٩/٤، النهر الفائق ٧٢/٢، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ٧١/١٠)

’’جب جب میں شادی کروں تو طلاق‘‘ میں حلت کا حیلہ کیا ہے؟

اگر کسی نے قسم کھائی کہ ’’جب جب میں کسی عورت سے شادی کروں تو اسے طلاق‘‘، تو اس قسم سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی واقف کار آدمی بیچ میں پڑ کر بحیثیت فضولی کسی عورت سے دو گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے فلاں مرد سے تیرا نکاح اتنے مہر پر کیا اور عورت قبول کرلے پھر یہ فضولی قسم دینے والے سے کہے کہ میں نے اتنے مہر پر فلاں عورت سے تیرا نکاح کردیا ہے، مہر ادا کرو، پھر وہ زبان سے کچھ

بولے بغیر مہر کی رقم نکال کر دیدے تو اس کا مہر ادا کرنا عملاً اجازت ہوا اور نکاح درست ہوگیا، اور قسم بھی نہیں ٹوٹی اور اس عورت پر طلاق بھی نہیں ہوگی۔

فلو قال كلما تزوجت امرأة فهي طالق، تطلق بكل تزوج ولو بعد زوج آخر، والحيلة فيه عقد الفضولي، وكيفية عقد الفضولي أن يزوجه فضولي فأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا بالقول فلا تطلق. (مجمع الأنهر ۴۱۸/۱ بيروت، الفتاویٰ الهندية ۴۱۹/۱، الدر المختار مع الشامي ۴۶/۳ کراچی)

کسی سے بات کرنے پر بیوی کی طلاق کو معلق کرنا

قسم کھائی کہ اگر میں فلاں سے بات کروں تو ہر وہ عورت جس سے میں شادی کروں اسے طلاق، بعد ازاں قسم کھانے والے نے ایک مجمع کو سلام کیا جس میں محلوف علیہ بھی تھا، تو وہ اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا اور نکاح کرتے ہی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی۔

قال الكردي: إن كلم فلاناً فكل امرأة يتزوجها فهي طالق،فهو على التزوج بعد الكلام. (الفتاویٰ البزازية ۲۸۸/۴)

ولو مر الحالف على جماعة فيهم المحلوف عليه فسلم عليهم الحالف حنث وإن لم يسمع المحلوف عليه. (الهداية ۹۲/۲)

التحليف بالطلاق ...... لم يجوزه أكثر مشائخنا، وفي الخانية: وإن أراد المدعي تحليفه بالطلاق ...... في ظاهر الرواية يجيبه القاضي إلى ذٰلک؛ لأن التحليف بالطلاق ...... حرام، ومنهم من جوزه في زماننا، والصحيح ما في ظاهر الرواية، وفي التاترخانية: والفتویٰ على عدم التحليف بالطلاق. (البحر الرائق ۳۶۲/۷، مستفاد: فتاویٰ محموديه ۹۰/۱۳ ڈابھيل)

قسم کا مدار الفاظ پر ہوتا ہے نہ کہ اغراض پر

قسم کے احکام کا مدار زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پر ہوتا ہے، کس نیت سے الفاظ ادا ہوئے ہیں، اُن پر حکم کا مدار نہیں ہوتا۔

الأيمان مبنية على الألفاظ لا على الأغراض. (الدر المختار مع الشامي ۷۴۳/۳ کراچی، البحر الرائق ۵۰۱/۴، فتح القدير ۹۶/۵، مستفاد: فتاویٰ محموديه ۵۶/۱۳ ڈابھيل)

□□□

خصوصی رپورٹ:

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی میں حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب کے

’’فتاویٰ قاسمیہ‘‘ کا اجراء

رپورٹ: مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

مؤرخہ ۷؍مارچ ۲۰۱۶ء بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے ’’حمیدی ہال‘‘ میں ’’فتاویٰ قاسمیہ‘‘ ۲۶؍جلدیں (منتخب فتاویٰ حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی) کے اجراء کی باوقار تقریب منعقد ہوئی، جس میں اکابر علماء ومفتیان نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

اِس تقریب میں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی نے مدرسہ شاہی کے دارالافتاء کی امتیازی شان کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب کی محنتوں اور کاوشوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور ’’فتاویٰ قاسمیہ‘‘ کی اِشاعت کو مدرسہ شاہی کے لئے ایک تاریخی یادگار لمحہ قرار دیا۔

اِس کے بعد صاحبِ فتاویٰ حضرت مفتی شبیر احمد صاحب نے ’’فتاویٰ قاسمیہ‘‘ کی وجہ تالیف اور فقہ وفتاویٰ کی اہمیت سے متعلق مبسوط بیان فرمایا۔ اور ’’فتاویٰ قاسمیہ‘‘ کے اجراء کے موقع پر علماء ومفتیان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری شریف کی شرح فتح الباری کی تکمیل پر اس وقت کے بڑے بڑے علماء کو جمع کیا، اور عامۃ المسلمین میں سے اپنے احباب کو بھی مدعو کیا، بڑے بڑے فقہاء ومحدثین ۸۰؍ہزار کے قریب جمع ہوئے، اور اس وقت کا جو بادشاہ تھا وہ بھی شریک ہوا۔ اِسی مناسبت سے میں بھی اِن علماء، فقہاء اور مفتیان کو جمع کرکے ان کی دعائیں لینا چاہتا ہوں، سب مدعو علماء ومفتیانِ کرام کی خدمت میں ایک ایک سیٹ بھی بطور ہدیہ پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

بعدہٗ حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ میں جامعہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے حضرت مفتی صاحب کو ’’فتاویٰ قاسمیہ‘‘ کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ ہر موقع پر جامعہ کی خیرخواہی اور مفاد کو پیش نظر رکھتے ہیں، اور مدرسہ شاہی ان کے رگ وریشہ میں پیوست ہے، وہ مدرسہ شاہی کے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں، اور مدرسہ شاہی بھی اُن کی خدمات کی ہر طرح قدردانی کرتا ہے۔ مفتی صاحب کا مدرسہ شاہی سے تعلق اس طرح ہے کہ جس طرح مچھلی بغیر پانی کے نہیں رہ سکتی، ایسے ہی مفتی صاحب بغیر مدرسہ شاہی کے نہیں رہ سکتے۔

اِس کے بعد ''فتاویٰ قاسمیہ'' کے اجراء کا عمل انجام پایا، شروع کی آٹھ جلدوں کا اجراء حضرت الاستاذ مولانا شیخ عبدالحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ ہوا، پھر بقیہ جلدوں کا اجراء بالترتیب حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مدظلہ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، اور حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے فرمایا۔

بعدازاں حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے مبسوط خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں دوطرح کے انسان تھے، ایک آدمی کا عمل یہ تھا کہ وہ علم حاصل کرکے فرائض ادا کرنے کے بعد بس ہمہ وقت پڑھنے پڑھانے میں لگا رہتا تھا، زیادہ نوافل وغیرہ کا اہتمام نہ کرتا تھا، اور ایک صاحب تھے جو ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے تھے، اور رات میں عبادت کرتے تھے، فرائض کے ساتھ نفلی عبادات بھی ادا کرتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''ان دونوں میں اچھا آدمی کون ہے''؟ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو فرائض کی ادائیگی کے بعد تعلیم وتدریس میں لگا رہتا ہے، اس کا مقام اس عابد کے مقابلہ میں جو صرف عبادات میں لگا رہتا ہے، ایسا ہے جیسا کہ میرا مقام ایک ادنی درجہ کے صحابی پر، اسی طرح کی روایات سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح فرمایا ہے کہ عبادت یقیناً قابل تعریف ہے؛ لیکن جب تقابل ہوگا تو عالم کا مقام عابد سے کہیں بلند ہوگا، اس لئے کہ فقیہ اور مفتی کے علم سے اس کو اپنا فائدہ بھی ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کے ذریعہ فیض حاصل ہوتا ہے، اور عابد کی عبادت سے صرف اس کا اپنا ذاتی فائدہ وابستہ ہوتا ہے، اس لئے تدریس، تعلیم اور افتاء میں لگے ہوئے لوگ محض عبادت گذاروں پر فضیلت رکھتے ہیں، اخیر میں حضرت موصوف نے ''فتاویٰ قاسمیہ'' کی اشاعت پر مبارکباد پیش کی اور دعاؤں سے نوازا۔

اس کے بعد حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ فتویٰ نویسی دنیا میں سب سے مشکل کام ہے، فتویٰ نویسی کے لئے بہت ساری کتابیں درکار ہوتی ہے، اس میں بہت حزم واحتیاط کی ضرورت ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود ہمارے علماء کرام اور اکابر نے تمام حالات کے اندر امت کی ہمیشہ رہنمائی فرمائی ہے، اور بغیر لومۃ لائم ڈٹ کر دین کی باتیں بتائی ہیں، یہ سلسلہ برابر جاری ہے، دین کا درد رکھنے والے حضرات ہمیشہ دین کے احکام پوچھتے رہتے ہیں، اور علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، پہلے ان مسائل کو ریکارڈ کرنے کا اہتمام نہیں ہوتا تھا، بعد کے ذمہ داران مدارس نے اس کا اہتمام فرمایا کہ فتاویٰ کو باقاعدہ محفوظ کرایا جائے، پھر ان کی طباعت کا بھی انتظام فرمایا اور ہزاروں فتاویٰ شائع ہوگئے اور امت ان سے استفادہ کررہی ہے۔ اِسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ''فتاویٰ قاسمیہ'' بھی ہے، ہمارے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی نے بڑی محنت شاقہ کے ساتھ ان فتاویٰ کو جمع کرکے شائع فرمایا، الحمدللہ یہ فتاویٰ ۲۶؍ جلدوں میں تیار ہوگئے اور اسی سلسلہ میں آج یہ مجلس منعقد ہوئی ہے، میں مفتی شبیر احمد صاحب کی اس کاوش کو بہت قدر کی نگاہ سے

دیکھتا ہوں اور دلی مسرت کا اظہار کرتا ہوں، اور ان کو بہت بہت مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس ذخیرہ کو قبولیت سے نوازے اور ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں، آمین۔

اس کے بعد حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنے بیان میں فتاویٰ کی اہمیت اور نزاکت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا مفتی شبیر احمد صاحب کی بہت سی تصنیفات اس سے پہلے مقبول ہوچکی ہیں، یہ ان کا پہلا کام نہیں ہے، اور انشاء اللہ یہ بھی مقبول خاص وعام ہوگا۔ مفتی صاحب متواضع آدمی ہیں، اپنے بڑوں کا احترام اور توقیر کرنے والے ہیں، ایسے آدمی کے ساتھ بڑوں اور چھوٹوں کی دعائیں رہتی ہیں، انشاء اللہ یہ فتاویٰ قاسمیہ پہلی کتابوں کی طرح بلکہ اس سے زیادہ مقبول ہوگا۔ اخیر میں فرمایا کہ انہیں دین کا علم دیا جانا اور فقہ وفتاویٰ کا علم دیا جانا یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ اللہ رب العزت نے ان کے لئے خیر کا فیصلہ فرمایا اور ان کی مغفرت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ فقہ وفتاویٰ کی درس وتدریس میں لگے ہوئے ہیں، ان کو اللہ رب العزت نے بہت بڑی توفیق عطا فرمائی، یہ لوگ قابل مبارک باد ہیں، ان کا ٹھکانہ جنت ہے۔

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری استاذ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ ہم سب سے پہلے مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ شاہی کو اور حضرت مہتمم صاحب مدرسہ شاہی کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، جن کی توجہات کی بدولت یہ عظیم کارنامہ انجام پایا۔ میں نے حضرت مفتی شبیر احمد صاحب کے ان سے طویل تعلق کے زمانہ میں بہت سے کارناموں کو دیکھا، اُنہیں جو توفیق منجانب اللہ ملی ہے، اس پر مجھے بہت رشک آتا ہے، ان کے یہ کارنامے ان کی محنت کا نتیجہ ہیں، محنت انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، ہمارے جیسے کوتاہ ہمت یہ سوچتے ہیں کہ آدمی کو نسبتوں اور تعلق ہی سے کچھ ملتا ہے، اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا، مگر مفتی شبیر احمد صاحب اس کی بہترین مثال ہیں کہ کوئی آدمی بغیر کسی نسبت اور سہارے کے اللہ کی توفیق سے اور محنت کرکے کسی بھی بلند سے بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر خود اعتمادی کی صلاحیت رکھی ہے اور وہ اپنی محنت اور علم کے نتیجہ میں اپنے اوپر بھرپور اعتماد رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کی زندگی سے ہم طلبہ کو سبق لینے کی ضرورت ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ حضرت مولانا سید رشید الدین صاحبؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی کا ذکر خیر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں، حضرت مفتی شبیر احمد صاحب کی صلاحیتوں کے یہاں ظاہر ہونے میں انہیں کا کردار ہے، مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند میں معین مدرس تھے، اسی زمانہ میں حضرت مولانا رشید الدین صاحبؒ نے حضرت مولانا ریاست علی صاحب سے ان کو مانگ لیا تھا اور یہ ان کا مزاج تھا، ایسے باصلاحیت افراد پر ان کی نظر رہتی تھی، اور ان کو مدرسہ شاہی میں بلالیا کرتے تھے، آج اگر وہ ہوتے تو ان کی عید ہوتی، اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے، اور حضرت مفتی صاحب کو سلامت رکھے، اور اس ادارہ کو بھی مزید ترقیات عطا فرمائے، آمین۔

بعدازاں حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنے بیان میں فرمایا کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اعمالِ صالحہ کرو، حلال چیزیں کھانے سے قلب منور ہوتا ہے، اور جب قلب منور ہوجائے گا

تو اعمال صالحہ کا صدور ہوگا، پھر اسلاف واکابر کے حلال غذا کھانے کے واقعات سنائے اور حلال وپاکیزہ غذا کھانے کی تلقین کی اور فرمایا کہ حلال غذا کھانے سے علم میں جلا پیدا ہوتا ہے، اور تفقہ فی الدین کی صلاحیتیں ابھرتی ہیں۔

اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو تفقہ فی الدین عطا فرماتا ہے، اخیر میں فرمایا کہ ہم مفتی شبیر احمد صاحب کو طالب علمی کے زمانہ سے جانتے ہیں، بہت ساری بیماریوں کے باوجود وہ کتابوں کے مطالعہ میں ہر وقت لگے رہتے تھے، آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے، پریشان حال رہتے تھے، کہا جاتا تھا کہ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں؟ لیکن وہ کتابوں سے لپٹے رہتے تھے، آج ان کی وہ محنت رنگ لائی ہے، بہت سے کام انہوں نے کردئے ہیں، بہت سی کتابیں لکھ دی ہیں، اور اب ''فتاویٰ قاسمیہ'' کا یہ کام کردیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

علاوہ ازیں دارالعلوم دیوبند کے دیگر مؤقر اساتذہ حضرت مولانا خورشید انور صاحب گیاوی، حضرت مولانا مفتی راشد صاحب اعظمی، حضرت مولانا عبداللہ معروفی، اور دیگر مدارس سے آئے ہوئے حضرات میں مولانا مفتی ابوالکلام صاحب بھوپال، حضرت مولانا مفتی محمد احسان صاحب دارالعلوم وقف، حضرت مولانا مفتی محمد طاہر صاحب مظاہر علوم، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مظاہر علوم وقف، حضرت مولانا نور الحسن صاحب راشد کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد، حضرت مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی مدرسہ امدادیہ، حضرت مولانا مفتی مقصود صاحب مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ، حضرت مولانا انیس احمد آزاد صاحب قاسمی بلگرامی سید المدارس دہلی، حضرت مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصورپوری جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نعمانی ترجمان جمعیۃ علماء ہند دہلی، حضرت مولانا قاری شوکت علی صاحب مدرسہ اعزاز العلوم ویٹ، حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب میرٹھ نے بھی مفتی شبیر احمد صاحب کی تعلیمی محنتوں اور مجاہدوں کو تفصیل سے بیان فرمایا اور ''فتاویٰ قاسمیہ'' کی اشاعت پر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا۔

اِسی طرح جامعہ کے تمام اساتذہ بالخصوص جامعہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالسلام صاحب، حضرت مولانا عبدالناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ، حضرت مولانا اسعد صاحب دیوریاوی، اور ان کے علاوہ حضرت مولانا معز الدین احمد صاحب قاسمی ناظم امارت شرعیہ ہند دہلی، حضرت مولانا عبدالاحد صاحب رتن پور گجرات، حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب گودھرا گجرات، مولانا عبدالرحیم صاحب بلیاوی مرکز نظام الدین دہلی، مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ، مولانا مفتی ارتقاء الحسن کاندھلوی مفتی اعظم پنجاب، اور ملک کے مختلف ضلعوں اور صوبوں سے آئے ہوئے بہت سے مفتیان اور علماء کرام نے تقریب اجراء ''فتاویٰ قاسمیہ'' میں شرکت فرما کر حضرت مفتی شبیر احمد صاحب اور جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی کو ہدیہ تہنیت پیش کیا۔ اجلاس کی نظامت حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری نے کی اور حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی دعا پر ساڑھے دس بجے شب اجلاس اختتام پذیر ہوا، اس تقریب میں مدعووین علماء کرام کو حضرت مفتی صاحب نے ''فتاویٰ قاسمیہ'' کا ایک ایک سیٹ ہدیۃً پیش فرمایا۔ □□□